تفسیرِ قرآن

میں سنتِ اہلِ بیتؑ اور قولِ صحابہؓ کی قدر و منزلت

از قلم: مولانا سید بہادر علی زیدی قمی

ناشر: انوار القرآن اکیڈمی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں اس کی فنی طورپر تصحیح اور تنظیم ہوئی ہے

تفسیرِ قرآن

میں

سُنّتِ اہلِ بیتؑ اور قولِ صحابہ کی قدرومنزلت

از قلم

مولانا سید بہادرعلی زیدی قمی

ناشر: انوارالقرآن اکیڈمی(پاکستان)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:تفسیرِ قرآن میں سُنّتِ اہلِ بیتؑ اور قولِ صحابہ کی قدرومنزلت

تالیف: مولانا سید بہادرعلی زیدی قمی

نظر ثانی: حجۃالاسلام ڈاکٹر مولانا سید نسیم حیدر زیدی(قم)

کمپوزنگ و سرِورق:عظیم عباس (03123252590)

طبع اول: ۲۰۱۲

تعداد:۱۰۰۰

ناشر: انوارالقرآن اکیڈمی (پاکستان)

عرضِ ناشر

ہر دور میں علماء حقہ، دین و شریعتِ اسلام کا قرآن کریم و سنت کی روشنی میں دفاع کرتے رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔

انوار القرآن اکیڈمی پاکستان بھی عصری تقاضوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے اس عزم و ارادہ کا اظہار کرتا ہے کہ قرآن کریم و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں دشمنان دین خدا کی جانب سے ہونے والے اعتراضات یا مذہب حقّہ شیعہ اثنا عشری کے مخالفین کے بہترین ، مسکت اورمناسب جواب دے سکے، اسی طرح اپنی قوم و ملت کو قرآنی معلومات، تفسیراور معارف قرآنی سے متعلق خاطر خواہ معلومات فراہم کرسکے۔

ادارہ اس ہدف کے پیشِ نظر مولانا سید بہادر علی زیدی قمی کی تالیف کردہ کتاب" تفسیرِ قرآن میں سُنّتِ اہلِ بیتؑ اور قولِ صحابہ کی قدر و منزلت" پیش کررہا ہے۔

ادارہ محترم مؤلف اور ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اس کتاب کو آپ کے ہاتھوں میں پہنچانے کیلئے کسی بھی قسم کا تعاون فرمایا ہے۔

آخر میں خداوند متعال سے دعاگو ہیں کہ وہ ہمیں قرآن کریم کی صحیح معرفت سے بہرہ مند فرمائے تاکہ ہم بہتر سے بہتر انداز میں اس کی تعلیمات پر عمل کرسکیں اور اس کی خدمت میں دن و رات کوشاں رہیں۔ آمین

مسؤل انوارالقرآن اکیڈمی

سید نسیم حیدر زیدی

مقدمہ مؤلف

خالقِ کائنات پروردگار عالم نے انسان کی ہدایت و سعادت فی الدارین کے لیے بے مثل و بے نظیر کتاب قرآن حکیم کو قیامت تک کیلئے معجزہ بناکر اپنے محبوب ترین نبی سرکارِ رسالت، ختمی مرتبت، حضور سرورِ کائنات حضرت محمدﷺ پر نازل فرمایا۔

قرآن کتاب ہدایت ہے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے اور عمل کرنے کیلئے اس کی آیات کو سمجھنا ضروری اور تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خود حضور اکرمﷺ کا ہر قول و فعل یعنی آپ کی سُنّت آیات قرآنی کی روشنی میں حُجت ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبیؐ کی سُنّت تک پہنچنے کا صحیح راستہ کیا ہے؟ شیعہ نقطۂ نظر کے مطابق نبی کریمؐ کے بعد آپؐ کے اہلِ بیتؑ عصمت وطہارت کا ہر قول و فعل فہمِ قرآن اور تفسیر آیات میں حجت ہے۔

جبکہ اہلِ سُنّت کی اکثریت تمام صحابہ کو عادل سمجھتے ہوئے نبی کریمؐ کے بعد انکے قول کو حجت تسلیم کرتے ہیں لیکن شیعہ اور بعض اہلِ سُنّت حضرات تمام اصحاب کو عادل نہیں مانتے ہیں لہٰذا صرف عادل اصحاب کا قول فہمِ قرآن میں حُجت ہے کیونکہ ان کا یہ قول سنن نبیؐ کی عکاسی کرتا ہے۔

اس کتاب میں حقیر نے اسی مسئلے کی قرآن و سُنّت اور عقل وغیرہ کی روشنی میں جانچ پڑتال کی ہے اورفیصلہ محترم قارئین کی صوابدید پرچھوڑ دیا ہے۔

یہ بیان کردینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ حقیر نے اس کتاب کی تالیف میں اپنے فاضل استاد حوزۂ علمیہ قم جناب حُجۃ الاسلام حسن توحیدی دامت برکاتہ کے درس اور استاد محترم حجۃالاسلام نجار زدگان دامت برکاتہ کی کتاب تفسیر تطبیقی، استاد حوزۂ علمیہ قم حجۃ الاسلام علی اصغر رضوانی دامت برکاتہ کی کتاب " مرجعیت دینی اہل بیتؑ و پاسخ بہ شُبہات" اور حجۃ الاسلام مہدی مہریزی دامت برکاتہ کی کتاب'' آشنائی با متون حدیث و نہجُ البلاغہ'' سے خصوصاً استفادہ کیا ہے۔

آخرمیں بارگاہ پروردگار میں اپنے محترم اساتذہ اوراپنے نہایت مہربان والدین کی صحت و سلامتی و ترقی درجات کی دعا کے ساتھ ان تمام شخصیات کا شکریہ ادا کرتاہوں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف و اشاعت میں کسی بھی طرح کا تعاون فرمایا ہے، پردگار سے دعاگو ہوں کہ بحقِ چہاردہ معصومینؑ ان سب کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور جناب مصطفی علی بھائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پروردگار سے

ان کی توفیقات میں اضافے کا خواہاں ہوں کیوں کہ ان کے مفید مشورے اور لحظہ بہ لحظہ تعاون میرے لیے راہ گشا ثابت ہوتا ہے خدا ان کی نیک دلی تمناؤں کو پورا فرمائے بحقِ زہرا و ابیھا و بعلھا و بنیھما (آمین یاربّ العالمین).

احقرالعباد

سید بہادر علی زیدی قمی

11ذیقعد1432ھ.۱۲،اکتوبر۱201

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو اصحاب کساء یعنی أئمہ اہلِ بیت عصمت و طہارت علیہم السلام سے منسوب کرتا ہوں.

انکے بعد اپنے جدِّاعلیٰ حجۃ الاسلام مولانا حکیم سید خورشید حسن اعلی اللہ مقامہ سے منسوب کرتا ہوں.

پہلی فصل

سنّت پر طائرانہ نظر

قولِ صحابی کس حد تک معتبر ہے؟ اس مسئلہ پر مفصّل بحث کرنے سے پہلے سنّت کی تعریف جاننامناسب ہے لہٰذا سنّت کی تعریف بیان کرنے کے بعد اس سلسلے میں تفصیل سے بحث کی جائے گی.

سنّت کی لغوی تعریف :

لفظ ''سنّت'' لغت میں ، روِش، طریقہ، سرِشت، طبیعت اور آئین و شریعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے [1].

صاحبِ لسان العرب،ابنِ منظورکاکہناہے: فَاِنّمَا یُرادُ بِها مَا أمَرَبه النّبی ونَهٰی عنه ونَدَبَ اِلیه قولاً وفعلاً ممّا لم ینطق بهِ الکِتَاب الْعزیز، ولهذا یقال فِی ادلّة الشرع: الکتاب والسنّة ای القرآن والحدیث.[2]

سنّت سے مراد یہ ہے کہ پیغمبرِاسلام نے جس چیز کا حکم دیا اور جس چیز کی نہی فرمائی، اس کے علاوہ قرآن نے جس چیز کے بارے میں وضاحت نہیں کی آنحضرتؐ نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ اسے سمجھایا ہے اسی لئے ادلّہ شرعیہ میں اسے کتاب وسنت سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی قرآن وحدیث.

سنّت، اہلِ سنّت کی نگاہ میں:

اہلِ سنّت، پیغمبرِؐ اسلام کی گفتار و کردار کے علاوہ اصحاب کے اقوال کوبھی سنّت قراردیتے ہیں، اگرچہ انکی نظر میں اصحاب کے اقوال کا مرتبہ آنحضرتؐ کی احادیث سے کمتر ہی ہے.[3]

سنّت، امامیہ اثناعشری کی نگاہ میں:

اِمامیہ اثناعشری پیغمبر اکرمؐ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور بارہ معصوم اماموں کے اقوال،افعال اور تقاریر [4] کو سنت قرار دیتے ہیں [5].

ضرورتِ حدیث:

تفسیر و فہمِ قرآن کے سلسلہ میں بحث و گفتگوکے موقع پر اکثریہ سوال کیا جاتا ہے کہ آخرہمیں حدیث کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ کیا حدیث کے بغیر قرآن کو نہیں سمجھاجاسکتاہے؟

حدیث و سُنّت کی ضرورت اوراسکی حُجیت پردلائل بیان کرنے سے پہلے یہ جان لیناضروری ہے کہ قرآن کریم میں ایسی آیات بھی موجودہیں کہ جن کے معنی کو سمجھنے کے لئے صرف لُغت اورعربی اسلوب کلام کو جان لینا کافی نہیں جیسے: (وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً) [6] فراٹے بھرتے ہوئے تیز رفتار گھوڑوں کی قسم، (وَالذَّارِيَاتِ ذرواً) [7] اور ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو منتشر کرنے والی ہیں، (وَالْفَجْرِ، وَلَيَالٍ عَشْرٍ) [8] قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی، کونسی دس راتیں مرادہیں؟ شبِ قدرکیاہے؟ اسی طرح اوربہت سی آیات ہیں جو فقط حضورختمی مرتبتﷺ کے ارشادات کی روشنی ہی میں سمجھی جاتی تھیں اورفریقین یعنی شیعہ اور اہل سنت کی صدرِاسلام سے آج تک یہ ہی سیرت رہی ہے کہ قرآنی مشکلات کو حدیث کے ذریعے حل کرتے رہے ہیں اِسکے علاوہ عالمِ اسلام میں انواع تربیت اور مختلف علوم نے حدیث ہی کے ذریعے رواج پیداکیا ہے ، تاریخ بھی ابتداء میں حدیث کے ذریعے مرتب ہوئی ہے اورپھر اسکے بعد رفتہ رفتہ یہ خود ایک مستقل اورمخصوص فن میں تبدیل ہوگئی ، اِس امر پر دلیل یہ ہے کہ سیرۃ ابنِ ہشام، تاریخ ابنِ جریر طبری ، روایت ابنِ اسحاق بلازری درفتوح البلدان بطور حدیث نقل ہوئی ہیں [9].

اسی طرح شروع میں قصص الانبیاء بھی قرآن وحدیث ہی میں نقل ہوئے اوراسکے بعد پھر داستان پرداز لوگوں نے ان میں وُسعت دیناشروع کردی ، اس طرح حکمت و اخلاق، اصول ، تربیت اورکچھ فلسفہ یونان وہند ،حدیث میں داخل ہوگئے. علاوہ بریں احادیث عبادی، معاشرتی اور اختلافی مسائل کے حل کی تفصیل کا سرچشمہ ہیں [10].

دلائل حُجیت سنّت پیغمبرِ اسلام :

پیغمبرِ اسلامﷺ کی سنّت و احادیث کے حُجت ہونے پر کیا دلیل ہے؟

حضوراکرم ﷺکی سنّت واحادیث کے حُجت ہونے پر اہلِ علم و فن نے مختلف قرآنی وعقلی دلائل قائم کی ہیں جن میں سے چند ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں.

1.سنت کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ قرآن کریم ملکوں کے اساسی قوانین (آئین) کی طرح عام طورپر کلی احکامات بیان کرتا ہے جب کہ اکثر جزئی احکامات سنّتِ نبویﷺ کے ذریعے بیان کئے گئے ہیں.مثلاً قرآن کریم نے نماز کاحکم تودیاہے لیکن اِسکے مکمل احکامات احادیث و سنت رسولؐ میں وارد ہوئے ہیں.

2.قرآن پر عمل کرنا احادیث اور سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرنے اور ان پر عمل کرنے کا سبب بنتا ہے کیونکہ خداوندِ تعالی قرآن کریم میں ارشادفرماتاہے:

(اَطِیعُواْ اللّٰہَ وَاَطِیعُواْ الرَّسُوْلَ) اللہ کی اطاعت کرو اوراسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو.

لہٰذاکیا آنحضرتؐ کے اوامر ونواہی سے آشنائی کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری ممکن ہے؟ ہرگز ممکن نہیں ہے کیونکہ ارشادِ ربّ العزت ہے (لَقَدکَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہ اُسوَۃ حَسَنَۃ) (11) بتحقیق تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے. بنابرایں آنحضرتؐ کے کردارو گفتار سے آشنائی کے بغیر آپؐ کی اطاعت ممکن نہیں ہے.

3.خود قرآنِ کریم، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبیّن قرآن قراردیتے ہوئے ارشادفرماتاہے: (وَاَنزَلنَا اِلیک الذِکْرَلِتُبیِّنَ لِلنّاس مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ) (12) اورہم نے آپکی طرف بھی ذکر(قرآن) کونازل کیاہے تاکہ ان کیلئے احکام کو واضح کردیں جو انکی طرف نازل کئے گئے ہیں.

4.شیعہ و سنّی کتب احادیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لا تعداد احادیث جمع کی گئی ہیں ان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر احادیث کی ضرورت نہ ہوتی تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بے شمار احادیث ارشاد نہ فرماتے! احادیث لکھنے اور انہیں محفوظ رکھنے کا حکم نہ دیتے ، آپؐ کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ حَفِظَ مِنْ اُمَّتِی اَرْبَعِیْنَ حَدِیثاً مِمَّا یَحْتَاجُونَ اِلَیْہِ مِنْ أَمْرِ دِیْنِہِم بَعَثَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَل یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَالِماً فَقِیْھاً وَلَمْ یُعَذبْہ (13)

آپؐ فرماتے ہیں:میری اُمت میں جو شخص اپنی دینی ضروریات کوپوراکرنے کے لئے چالیس احادیث حفظ کریگا تو خداوند قیامت کے دن اسے دین شناس شخص کی صورت میں محشور کرے گا اور اس پر عذاب سے نہ کرے گا.

اسی طرح اگرحدیث کی ضرورت نہ ہوتی تو آنحضرتؐ، آپؐ سے کسی حدیث کو سن کر دوسروں تک پہنچانے والے کیلئے دعائے خیر نہ فرماتے جیسے آپؐ نے فرمایا: "رَحِمَ اللّٰہُ اِمرَئاً صنع مقالتی... " نیز فرماتے ہیں: "فالیبلغ الشاھدُ الغائبَ".

اسی طرح اگراحادیث کی ضرورت نہ ہوتی تو ائمہ علیہم السلام اور اصحاب کرام احادیث کے لئے اتنا اہتمام نہ کرتےاورحدیث وعلوم حدیث کے سلسلے میں اتنی کثیرتعدادمیں کُتب ضبط تحریرمیں نہ لائی جاتیں.

حدیث کی عدم حاجت پر اوّلین نغمہ سرائی:

حضورؐ سرورِ کائنات، آئمہ اہلِ بیتؑ اورصحابہ کرامؓ سے اتنی بے شمار احادیث کا نقل ہونا خودضرورتِ حدیث کی بہترین و مبین دلیل ہے لیکن جب ہم تاریخِ اسلامی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حدیث کے خلاف آواز اُٹھتی ہوئی نظر آئی لہٰذا ذہنوں میں یہ سوال اُٹھتاہے کہ حدیث کی عدم حاجت پر اولین نغمہ سرائی کب اورکس نے شروع کی تھی ؟

جواب : تاریخ اسلامی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ حضورؐ ختمی مرتبت نے رحلت سے قبل اپنے پاس موجود اصحاب سے قلم و قرطاس کا مطالبہ کیا تاکہ ایسی تحریر رقم کردیں جس کی وجہ سے بعد میں امتّ گمراہی وضلالت سے محفوظ رہے تو اس موقع پر حضرت عمرنے حَسبُنا کتاب اللہّ کا نعرہ بلندکردیا(آج بھی بعض ممالک میں یہ فکر پائی جاتی ہے) جو پیغمبرؐ اسلام کی وصیت کی عدم کتابت کا سبب قرارپایا، اس لئے نبی کریمؐ نے ان حضرات کوباہر نکلنے کا حکم دے دیا.تاریخ میں یہی لمحہ منع کتابت حدیث کا آغازقرارپایا. تاریخ نے اس واقعے کو "واقعہ قرطاس" و رزیہّ یوم الخمیس کے نام سے اپنے دامن میں محفوظ کرلیا ہے (14).

نیز حضورؐکے بعد حضرت عمر نے باقاعدہ کتابت حدیث کو ممنوع قراردیدیا تھا آج بھی انکے فرمان کی عکاسی کرنے والا جملہ (اَقِلّو االرِّوایَۃ عَن رَسُولِ اللّٰہ؛رسول اللہ سے کم سے کم روایت نقل کرو) تاریخ کے دامن میں محفوظ ہے.

نیز تاریخ اس بات کی گواہی بھی دے رہی ہے کہ اولین حدیث سوزی حضرت ابوبکر کی جانب سے انجام پائی اور 500 احادیث جوخودانہوں نے یکجا اورتحریر کی تھیں انہیں جلادیا (15).

اس موقع پر کیا مسلمانوں کو ان سے یہ سوال کرنے کا حق نہیں ہے کہ انہوں نے یہ احادیث کیوں ضائع کردیں ؟ کیا یہ احادیث جھوٹی تھیں؟ اگر سچی تھیں توسنتِّ پیغمبرؐ کو کیوں نابودکیاگیا؟

حدیث سے مقابلے کی وجہ:

سوال: گذُشتہ و عصر حاضر میں بعض لوگوں کی جانب سے نقل و کتابت حدیث کی مخالفت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مخالفین حدیث کو دوگروہ (معاندین (16) وغیرمعاندین) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

غیرمعاندین کی جانب سے حدیث کی مخالفت کی وجہ:

فریقین کی کُتب حدیثی میں موجود جعلی وضعیف روایات کی ترویج و تشہیر کا خوف.

لیکن غیر معاندین حضرات کو یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ احادیث کی کتب میں ایسی روایات کی موجودگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم تمام احادیث کو ترک کردیں بلکہ یہ امر تو ہمیں اس بات کی طرف دعوت دے رہا ہے کہ صحیح احادیث کوغیر صحیح سےجدا اورممتاز کیا جائے. کیاخاک وطلاکے باہمی اختلاط کی وجہ سے تمام مواد کو دور پھینک دیا جائے یا انہیں بذریعہ مختلف وسائل ایک دوسرے سے جدا کیا جانا چاہیے؟!

معاندین کی جانب سے حدیث کی مخالفت کی احتمالی وجوہات:

1.متعدد احادیث میں بیان شُدہ فضائل اہلِ بیتؑ کی روک تھام.

2.بعض حکمران وقت اور انکے حامیوں کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کی نشر واشاعت کا سدِ باب.

مثال کے طور پر بعض ایسی احادیث ہیں جن میں حکومت کے بعض افراد کی مذمت کی گئی ہے. مثلاً آیت (إِنْ جَائَكُمْ فَاسِق.اگرتمہارے پاس کوئی فاسق آئے تو پہلے اسکی تفتیش کرلو) کے ذیل میں حدیث میں آیا ہے کہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جسے حضرت عثمان کے دورِ حکومت میں کوفے کا گورنر بنادیا گیا اور اس نے حالتِ مستی و نشہ میں نماز صبح چار رکعات پڑھادی تھیں [17].

3.خلافت و امامت اہلِ بیت کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کی نشرواشاعت کا سدِّ باب. مثلاً : حدیثِ ثقلین ، سفینہ ، غدیر ، منزلت ، یوم الدار، اَنَا مَدِينَةُ الْعِلم وغیرہ.

4.انکے عمل کی مخالفت کرنے والی احادیث کی روک تھام.

جس قدر احادیث و سُنّت پیغمبرؐ اکرم لوگوں میں رائج ہوں گی اسی قدر حکومت کا ہاتھ بھی غلط سے کھنچا رہے گا لہٰذا اگرتمام احادیثِ نبویؐ لوگوں کے پیشِ نظر رہیں گی تو حکومت ان احادیث کے خلاف اعمال انجام نہ دے سکے گی اوراگر عمل کرے گی تو انگشت نمائی کا نشانہ قرارپائے گی.

نیز روایت نبویؐ ہے: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ جَيْشَ أُسَامَة. لشکرِ اُسامہ کی مخالفت کرنے والے پر خدالعنت کرے نیز پیغمبرؐگرامی قدر نے یہ کہہ کر ایک شخص پر لعنت فرمائی ہے: اللّٰهُمَّ لَا تَشبعْ بَطْنَه... پروردگار کبھی اس شخص کا پیٹ نہ بھرے [18].

حدیث کی اہمیت اورقدرومنزلت:

حدیث کی نشرواشاعت کے بارے میں قرآن اور حدیث پیغمبرؐ اسلام وائمہ اہل بیتؑ میں خصوصیت کے ساتھ تاکید کی گئی ہے.

احادیث مبیّن قرآن ہیں خصوصاً متشابہات اورآیات میں کلی مطالب کی جزئیات کو بیان کرتی ہیں.

احادیث میں امامت کا مکمل تعارف موجود ہے.

اصحاب پیغمبرؐ اور ائمہ اہل بیتؑ کا خاص اہتمام کرنا خود حدیث کی اہمیت اورقدرو منزلت کواجاگر کررہا ہے مثلاً :

(الف) عَنْ كَثِير بن قيس قالَ :كُنْتُ جَالِساً مع أ بی الدرداء فِی مَسْجِد دِمشق فجاء رَجُلٌ، فَقَالَ : يَا اَبَا الدَّرداء جِئتُکَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِی اَنَّکَ تُحَدِ ثُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ مَاجِئْتُ لِحَاجَةٍ...[19]

یعنی کثیر بن قیس سے روایت کی گئی ہے ، وہ کہتے ہیں میں ایک دفعہ دمشق کی مسجد میں ابودرداء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے ابودرداء میں مدینۃ الرسولؐ سے تمہارے پاس صرف ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں کہ جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسے تم نے رسول اللہ سے نقل کیا ہے...

(ب) اہمیت حدیث کے بارے میں اصحابِ پیغمبرؐ وائمہ اہلِ بیتؑ سے فراواں احادیث وارد ہوئی ہیں.

البتہ اصحاب پیغمبرؐ کو دو گرہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے :

1.مُکثرین فی الحدیث، یعنی کثرت سے حدیث نقل کرنیوالے حضرات جیسے حضرت علیؑ ، ابوہریرہ ، حضرت عائشہ، عبداللہ بن عمر وغیرہ.

2.مقلّین فی الحدیث ، جن افراد کی نقل کردہ احادیث کی تعداد مکثرین فی الحدیث سے کم ہے.

(ج) شیعہ مکثرین جیسے محمد بن مسلم و زرارہ نے صادقین علیہما السلام سے کثرت سے روایات نقل کی ہیں

(د) بعض حضرات نے احادیث کی جمع آوری کی خاطر طویل سفر اختیار کیا ہے شیعوں میں عالم بزرگوار یعقوب کلینی، اسی طرح اہل سُنّت میں بخاری صاحب نے کسبِ حدیث کے لیے کافی طولانی سفر کیے ہیں یہاں تک کہ بعض حضرات نے ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کیا ہے مثلا صاحب سفینۃ البحار نے مادہ حَدَثَ کے ذیل میں شام کی جانب جابر اورمصر کی طرف ابوایوب کے سفر کرنے کا تذکرہ کیا ہے اورکہا ہے کہ انہوں نے ایک حدیث کی خاطر یہ طویل سفر کیا تھا. نیز کتاب سنن ابی داؤد ، کتاب علم ، باب فضل العلم میں ایک حدیث نقل کرنے کی خاطر ایک راوی کے مدینہ سے دمشق سفر کا تذکرہ کیا گیا ہے.

(ہ) پیغمبر اکرمﷺ کی مشہورومعروف حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مَنْ حَفِظَ عَلیٰ اُمَّتِی اَرْبَعِینَ حَدِیثًا بَعَثَهُ اللّٰهُ یَومَ القِیَامَة فَقِیهاً؛ میری اُمت میں سے جو شخص چالیس احادیث حفظ کریگا توخدا وندِ عالم قیامت کے دن اسے دین شناس محشور کرے گا.

نبی کریمؐ کی اس حدیث شریف پر عمل کرنے کے لیے فریقین نے متعدد اربعینات [20] تدوین کی ہیں مثلا اہلِ سُنّت کے یہاں نوَوی کی اربعین معروف ترین ہے جو کہ حوزہ ہائے علمیہ میں تدریس بھی کی جاتی ہے جب کہ شیخ آقا بزرگ تہرانی اپنی معروف کتاب الذریعہ اِلیٰ تصانیف الشیعہ میں 83 شیعہ اربعین کُتب کا تذکرہ کرتے ہیں.

سُنّت نبوی تک رسائی:

گذشتہ مطالب سے حدیث کی قدرومنزلت اوراسکی ضرورت واہمیت کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ حدیث اور سنّتِ نبی کریمؐ کے بغیر ہم قرآن کریم کی آیات کی صحیح تفسیر بیان نہیں کرسکتے ہیں لہذا اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے ہم لازمی طورپر حدیث و سنّتِ نبوی کے محتاج ہیں. اب یہ سوال پیداہوتا ہے کہ نبی کریمؐ کی حدیث وسنّت تک کس طرح ہماری رسائی ممکن ہے ؟

اہلِ سنّت حضرات نبیﷺ کے بعد اصحاب کے قول کو حجت تسلیم کرتے ہیں اسی لیے انہیں مطلق طورپرعادل قراردیتے ہیں ، جب کہ شیعہ حضرات نبی کریمﷺ کے بعدآنحضرتؐ کے اہلِ بیتؑ اطہار اورعادل صحابہؓ کے ذریعے سنّتِ نبوی کو حاصل کرتے ہیں. شیعہ اہلِ بیتؑ کو معصوم مانتے ہیں لہذا قول و فعل اورتقریرمعصومینؑ کو مکمل طورپر نمونہ حیات اورتفسیر قرآن کے لیے حجت قراردیتے ہیں.

پس ہم آئندہ مطالب میں فریقین کے نقطہ نظر کی قرآن و سنّت کی روشنی میں مفیدومختصر اورمستند تحلیل وتشریح پیش کریں گے اوراس کے بعد فیصلہ قارئین کی ضمیر کی عدالت پر چھوڑدیں گے.

---

1 ۔ المنجد: کلمہ سنّ؛ لسان العرب: کلمہ سنّ،ج۶۔

2 ۔ لسان العرب: مادہ سنّ، ج۶۔

3 ۔ الامام الصادق: استاد ابو زہرہ، ص۳۵۲؛ المستصفیٰ: ص۱۳۵۔۱۳۶

4 ۔ تقریر معصوم سے مراد وہ جملہ امور ہیں جو معصوم کے سامنے انجام دیئے جائیں اور معصوم انہیں دیکھ کر خاموش رہے۔

5 ۔ حدیث ما: سید علی اکبر موسوی ، محب الاسلام،ج۱،ص۲۴۔

6 ۔ سورہ عادیات(۱۰۰)، آیت۱۔

7 ۔ سورہ ذاریات(۵۱)، آیت۱۔

8 ۔ سورہ فجر(۸۹)، آیات۱۔۲۔

9 ۔ حدیث ما: محب الاسلام،ج۱،ص۳۳

10 ۔ ایضاً

11 ۔ سورہ احزاب: ۳۳، آیت۲۱

12 ۔ سورہ نحل:۱۶، آیت۴۴

13 ۔ بحار الانوار: ج۲، ص۱۵۳، ح۳؛ الخصال: ج۲، ص۵۴۱، ح۱۵، ابواب الاربعین؛ کنزالعمال: ج۱۰، ص۲۲۴۔۲۲۵

14. تفصیلات کیلیے رُجُوع فرمائیں: صحیح بخاری کتاب العلم ، باب کتابۃ العلم؛ صحیح بخاری ، کتاب المرضی ، باب قول المریض : قومُو اعنّی .

15 ۔ تذکرۃالحفاظ: ذہبی، ج۱، ص۵

16 ۔ کینہ اور دشمنی رکھنے والے افراد۔

17 ۔ صحیح بخاری: باب مناقب عثمان

18 ۔ صحیح بخاری: کتاب البر، باب "مَن لَعَنَ النبیؐ"

19 ۔ سنن ابی داؤد: کتاب العلم، باب فی فضل العلم

20 ۔ ایسی کتب کو کہتے ہیں جو چالیس حدیثوں پر مشتمل ہوں، جیسے آیت اللہ خمینی کی مشہور و معروف کتاب کا نام چہل حدیث ہے۔

دوسری فصل

تفسیر آیات میں سنّت اہل بیتؑ کی قدر و منزلت

آغاز کلام:

جس طرح حضورسرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت شریفہ تفسیر آیات کے لئے حجت ہے اسی طرح شیعہ نقطہ نظر سے اہل بیتؑ عصمت و طہارت کی سنت حجت اوربرہان قاطع ہے یعنی سنت اہل بیتؑ،سنت اور احادیثِ نبوی تک رسائی کا سب سے بہترین،اعلیٰ اور قطعی ذریعہ ہے.

مفہوم شناسی اہل بیت:

عربی زبان میں لفظ''اہل''شائستہ، سزاوار [21] کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور عرف عام میں بھی اس کے یہی معنی سمجھے جاتے ہیں.

جب یہ لفظ کسی شئ یا شخص کی طرف مضاف ہوتا ہے(کہ عام طور پر یہ اضافت کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے)تو مضاف الیہ کی مناسبت سے اس کے معنی سمجھے جاتے ہیں.

بعض اہل لغت کے مطابق ''اہل بیت''گھر میں رہنے والے افراد کو کہا جاتا ہے [22].معروف ماہر لغت جناب فیومی لفظ''الاھل"کے معنی کے ذیل میں اہل بیت میں رشتہ داری کو اصل قرار دیتے ہیں [23].نیز معروف ماہر لغت راغب اصفہانی کسی شخص سے نسبی تعلق رکھنے والے افراد کے لئے بھی لفظ اہل بیت کو مجازاً استعمال کرنے کے حق میں بیان دیتے ہیں [24].

پس بنابرایں لغت کے اعتبار سے اہل بیت گھر میں رہنے والے ہر شخص یعنی تمام بیوی بچوں پر اطلاق ہوتا ہے نیز اس کے رشتہ داروں پربھی اسکا اطلاق ہوتا ہے اور عرف عام میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے.

لیکن حضورسرورکائنات کا گھر کیونکہ محل نزول وحی و بیت نبوت بھی ہے اس لئے یہاں لفظ اہل بیت دو معنی میں استعمال کیا جائے گا. کبھی اہل بیت پیغمبرؐ کہہ کر بیت سے حضور سرورکائنات کے محل سکونت کا ارادہ کیاجاتا ہے،لھذا اس صورت میں جس طرح یہ لفظ اہلبیت دیگر لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے انہی معنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی استعمال ہوگا. یعنی اس صورت میں یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ یا مطلق رشتہ داروں کے لئے استعمال کیا جائے گا. جبکہ کھبی یہ لفظ ''محل نزول وحی" اور ''بیت

نبوت" کے اعتبار سے استعمال ہوتاہے. اس صورت میں حضورؐ کے تمام اہل خانہ یا مطلق رشتہ دار منظورِنظر نہیں ہوتے بلکہ یہاں وہ افراد مراد ہوتے ہیں جو علمی و عملی اور اعلیٰ انسانی صفات کے لحاظ سے پیغمبرؐ کے گھر سے وابستگی کی اہلیت رکھتے ہیں... [25].

چند نکات:

1. کیونکہ دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے مختلف افراد پر لفظ''اہل بیت''کا اطلاق ہوسکتا ہے لھذا اس صورت میں خود آنحضرتؐ کی جانب سے اسکی حدبندی اور تعیّن ضروری ہے پس اس اطلاق اور تطبیق کی وجہ سے ممکن ہے کہ پہلے معنیٰ کی روشنی میں اہل بیت کے بعض افراد اس دائرہ میں داخل یا خارج ہوجائیں.اسی لئے سلمان فارسی کا''منّا اهل بیت '' [26] کہہ کر تعارف کروایا گیا ہے.

۲. معانی دوم میں لفظ''اهل بیت''نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سےایسے بعض مخصوص افراد کے لئے استعمال کیا گیا ہے جن میں بیتِ نبوت سے انتساب کی سب سے زیادہ صلاحیت پائی جاتی ہے اور یہ ایک ایسی اصطلاح بن گئی ہے کہ جب بھی لفظ اہل بیت(یا کبھی کبھی لفظ عترت) سننے میں آتا ہے تو ذہن میں صرف وہی مخصوص افراد آتے ہیں مثلاً؛ حدیث ثقلین میں''کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی''، حدیث سفینہ میں''مثلُ اهل بیتی کمثل سفینۃ نوح '' ، واقعہ مباہلہ و حدیثِ کساء میں''اللّٰھم ہؤلاءاہل بیتی'' اور حدیث نجوم میں''اهل بیتی امان لِأُمتی'' وغیرہ.

دلائل حجیت سنت اہل بیتؑ

(الف) دلائل قرآنی

متعدد آیات قرآنی کے ذیل میں خود آیات کے اندر موجود قرائن اور ان آیات کی تفسیر میں وارد ہونے والی فریقین کی کتب میں موجود کثیرالتعداد روایات کے ذریعے سنت اہل بیتؑ کی حجیت کو ثابت کیا جاسکتا ہے مثلاً:

1. آیت تاویل: (وَما یعلم تأویله الاالله والرّاسخون فی العلم یقولون آمنّا به کلّ من عندِ ربّنا...) [27]

''اور اس کی تاویل کا علم صرف خدا کو ہے اور انھیں جو علم میں رسوخ رکھنے والے ہیں جنکا کہنا یہ ہے کہ ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب کی سب محکم و متشابہ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے... ''

راسخون فی العلم کا اطلاق ا ن حضرات پر کیا جاتا ہے جو علم میں بطورمطلق اس طرح ثابت و پابرجا ہیں کہ حقیقت علم تک رسائی کی وجہ سے کسی صورت انکی رائے اور نظر میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی؛ اور یہ افراد جز پیغمبر ﷺ اور ائمہ معصومینؑ کے نہیں

ہوسکتے کیونکہ ان کے علم کا سرچشمہ وحی الٰہی ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ حقیقت علم سے واقف ہوتے ہیں؛ اور یہ نکتہ سیرت اہل بیتؑ کے مطالعہ سے بخوبی عیاں ہوجاتا ہے کہ اہل بیتؑ نے قرآن کریم کی کسی بھی آیت کے معنی بیان کرنے میں تردید یا عاجزی کا اظہار نہیں کیا ہے نیز وقت گذرنے کے ساتھ انکی رائے میں تبدیلی واقع نہیں ہوئی حضرت علی فرماتے ہیں:

"اَینَ الّذینَ زَعِموا اَنَّھم الرّاسخونَ فی العلم دُوننا، کذباً و بغیاً عَلَینا، اَن رَفَعَنا اللہ و وَضَعَھم، وَأعطانا وَحَرَمَھم..." [28].

"کہاں ہیں وہ لوگ جن کا خیال یہ ہے کہ ہمارے بجائے وہی راسخون فی العلم ہیں اور یہ خیال صرف جھوٹ اور ہمارے خلاف بغاوت سے پیدا ہوا ہے کہ خدا نے ہمیں بلند بنادیا ہے اور انھیں پست رکھا ہے، ہمیں کمالات عطا کئے ہیں اور انہیں محروم رکھا ہے"۔

نیز متعدد روایات اہل بیتؑ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ ہی راسخو ن فی العلم ہیں اور یہی حضرات تاویل قرآن سے بھرپور آشنائی رکھتے ہیں [29]۔ لھذا اسی مکمل علم سے آشنائی کی وجہ سے تفسیر قرآن میں انکا قول حجت اور برہانِ قاطع ہے۔

2. آیت علم الکتاب: (وَیقولُ الّذین کَفَروا لَستَ مُرسَلاً قل کَفیٰ بِاللہِ شَھیداً بَینی و بَینَکُم و مَن عِندَہ عِلمُ الکِتاب) [30].

"اور یہ کافر کہتے ہیں کہ آپ رسولﷺ نہیں ہیں؛ تو کہہ دیجئے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رسالت کی گواہی کے لئے خدا کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔"

مذکورہ آیت کے ذیل میں کثیرالتعداد احادیثِ فریقین کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ "من عندہ علم الکتاب" سے مراد حضرت علی و دیگر ائمہ معصومین ہیں مثلاً علمائے اہل سنت میں سے حاکم حسکانی [31] نے چھ روایات، ثعلبی (متوفی427ھ) [32] نے دو حدیثیں، ابن مردویہ (متوفی410ھ) [33] نے دو حدیثیں، ابن مغازلی (متوفی483ھ) [34] اور محمد بن سلیمان کوفی (چوتھی صدی ہجری کے فرقہ زیدیہ کے عالم دین) [35] نے یہ احادیث نقل کی ہیں۔ نیز شیعہ عالم دین مرحوم سید ہاشم بحرانی نے اپنی تفسیر کی کتاب میں اس سلسلہ میں25روایات نقل کی ہیں [36]؛ جن میں سترہ احادیث میں حضرت علیؑ اور سات احادیث میں تمام ائمہ اہل بیتؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

"مَن عِندہ عِلمُ الکِتاب" کی تفسیر کے ذیل میں حضرت امام محمد باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں: اِیّانا عَنیٰ، و عَلِی اَوَّلُنا و اَفضَلُنا و خیرُنا بعدالنبی؛ اس آیت کریمہ میں خداوندعالم کی مراد صرف ہم (ائمہ) ہیں اور علی نبی کریمﷺ کے بعد ہم میں اوّلین و برترین اور بہترین ہیں۔ "

یہ روایت صحیح السند ہے اور اس امر پر دلالت کررہی ہے کہ تمام قرآن کا مکمل علم حضرت علیؑ کے بعد صرف گیارہ ائمہؑ کے پاس ہے۔

3. آیت وراثت کتاب: (ثُمَّ اَورَثنَا الکِتَابَ الّذِینَ اصطَفَینَا مِن عِبَادِنا فَمِنھُم ظَالِمٌ لِنفسِہِ وَ مِنھُم مُقتَصِدٌ وَ مِنھُم سَابِقٌ بِالخَیرات بِأِذن اللہ ذالک ھُوَ الفَوض الْالکَبِیرُ) [37]؛

"پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو قرار دیا ہے جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور درحقیقت یہی بہت بڑا فضل و شرف ہے۔ "

شیعہ و سنی کتب میں نقل شدہ متعدد روایات [38] سے ثابت ہوتا ہے کہ وارثان کتاب صرف ائمہ معصومینؑ ہیں مثلاً شیخ کلینی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کرتے ہیں: " فَنَحنُ الَّذِینَ اِصطَفَانا اللہُ عز و جلّ وَ اَورَثنَا ھٰذا الّذِی فِیہِ تِبیانُ کلِّ شئٍ [39]؛ بیشک ہم ہی وہ افراد ہیں جنہیں خداوندعالم نے منتخب فرمایا اور ہم ہی کو اس کتاب کا وارث قرار دیا ہے کہ جس میں ہر شیء کا بیان موجود ہے۔ "

نیز مختلف علماء سے احتجاج کے موقع پر امام رضاؑ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے ان کے نظریات کو دلیل کی روشنی میں باطل کرنے کے بعد فرمایا: وَأرادَاللہ بِذالِکَ العِترَۃَالطَّاھِرَۃ... [40]؛ منتخب بندوں سے مراد عترتِ طاہرہ ہے۔

نکتہ:

واضح رہے کہ "منہم" کا تعلق عام بندوں سے ہے ، منتخب بندوں سے نہیں ہے یعنی اللہ کے بندے تین طرح کے ہیں؛ بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض راہ خدا میں نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

اس بنا پر بعض مفسرین کا یہ قول کہ کتاب سے مراد گذشتہ کتب ہیں تو وارث کتاب سے مراد امت اسلامیہ ہے؛ انتہائی بے معنی قول ہے اس لئے کہ امت اسلامیہ میں ایسے بے شمار افراد پائے جاتے ہیں جو انسانوں کی نگاہ میں قابل انتخاب نہیں ہیں تو پروردگار کا کیا ذکر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وارثان کتاب وہ معصومین ہیں جنہیں پروردگار نے علم و فضل اور طہارت و تقویٰ کی بنیاد پر منتخب قرار دیا ہے اور انہیں کو پیغمبر اسلامؐ نے ثقلین کا ایک فرد بنا کر چھوڑا ہے [41]۔

لیکن اگر "منہم" کی ضمیر کو اصطفا شدہ بندگان سے متعلق سمجھ بھی لیا جائے تب بھی بیان کردہ تفسیر و توضیح؛ آیت کے ظاہری معنی کے منافی نہیں ہے کیونکہ "منہم" کی ضمیر کے اصطفاشدہ بندگان سے متعلق کی صورت میں تینوں گروہ ظالم لنفسہ، مقتصد اور سابق بالخیرات، وراثت کتاب میں شریک قرار پائیں گے لیکن کتاب کے مکمل عالم وعامل وہی ہیں جو سابق بالخیرات ہیں۔ اور یہ بالکل وہی صورت ہے جو سورہ مومن کی آیت نمبر 53میں بیان کی گئی ہے؛ ارشاد ہوتا ہے: (وَلَقَد آتَینا مُوسیٰ الهدیٰ وَ اَورَثنا بَنِی اِسرائیل الکِتَابَ...) [42]؛ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرئیل کو کتاب کا وارث بنایا۔اور تاریخ بشریت اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ تمام بنی اسرائیل نے اس عظیم میراث کے سلسلہ میں اپنے وظیفہ پر عمل نہیں کیا بلکہ صرف چند اشخاص ہی اس وراثت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے۔

4. آیت اہل ذکر: (وَمَا اَرسَلنَامِن قَبلِکَ اِلّارِجَالاًنُوحِی اِلَیهِم فَسئَلُوا اَهلَ الذِکرِ اِن کُنتُم لَا تَعلَمُونَ) [43]؛

"اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردوں کو رسول بنا کر بھیجا اور انکی طرف بھی وحی کرتے رہے ہیں تو ان سے کہئے کہ اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرو۔"

لفظِ"ذِکر" کے معنی و مصادیق

لغت کے اعتبار سے لفظِ"ذِکر"در اصل علم و آگاہی، اطلاع، حفظ،یادآوری و یاددہانی [44] اور دل یا زبان سے یاد کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے [45]۔

قرآن میں "ذکر" کے مصادیق

قرآن کریم میں جہاں یہ لفظ اپنے لغوی معنی یعنی یاددہانی وغیرہ میں استعمال ہوا ہے وہاں اس نے مختلف مصادیق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے مثلاً:

1. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(فَاتَّقوا اللهَ یا اُولِی الالبَابِ، الّذِینَ آمَنُوا قَد اَنزَلَ اللهُ اِلَیکُم ذِکراً، رَسُولاً یَتلُوا عَلَیکُم آیاتِ اللهِ مُبَیِّنَاتٍ...)

[46]"پس اے ایمان لانے والو! اور عقل والو! اللہ سے ڈرو کہ اس نے تمہاری طرف اپنے ذکر کو نازل کیا ہے؛ یعنی وہ رسول جو اللہ کی واضح آیات کی تلاوت کرتا ہے. "

2. قرآن کریم

ارشادِ ربّ العزت ہے:(وَ اَنزَلنَا اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیهِم) [47]؛ "اور آپ کی طرف بھی ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا ہے تاکہ ان کے لئے ان احکام کو واضح کردیں جو ان کی طرف نازل کئے گئے ہیں. "

نیز ارشاد ہوتا ہے:(اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) [48]؛" ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں. "

3. آسمانی کتب

ارشاد خداوندی ہے: (وَلَقَد کَتَبنَا فِی الزَّبورِ مِن بَعدِ الذِّکرِ اَنَّ الاَرضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُونَ) [49]."اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہونگے.

نیز ارشاد ہوتا ہے:(وَلَقَد آتَینَا مُوسیٰ وَ هَارُونَ الفُرقَانَ وَ ضِیَاءً وَ ذِکراً لِلمُتَّقِینَ) [50]."اور ہم نے موسیٰ و ہارون کو حق وباطل میں فرق کرنے والی وہ کتاب عطا کی ہے جو ہدایت کی روشنی اور ان صاحبان تقویٰ کے لئے یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے.

مصادیق اہل ذکر

ذکر کے لغوی و قرآنی مصادیق کو پیشِ نظر رکھ کر اس امر کا اندازہ لگایا جاسکتاہے کہ اہل ذکر سے کون لوگ مراد ہیں؟ پس

:

اگر ذکر سے مراد علم ہے تو اہل ذکر سے مراد اہل علم قرار پائیں گے؛

اگر ذکر سے مراد نبی کریمﷺ ہیں تو اہل ذکر نبیﷺ کے اہلِ بیت قرار پائیں گے؛

اگر ذکر سے مراد قرآن کریم ہے تو اہلِ ذکر اہل قرآن قرار پائیں گے اور اگر ذکر سے مراد کتبِ آسمانی(توریت و انجیل)ہیں تو اہل ذکر، اہل کتاب قرار پائیں گے.

نکتہ

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ذکر کے معنی یاددہانی ہیں لہذا کتب آسمانی کو ذکر سے اسی لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ کتب(خصوصاً قرآن کریم)انسانوں کے دلوں میں یاد الٰہی کو اجاگر کرتی ہیں اور یہی ذکر اور یادالٰہی کا سب سے عظیم و برتر ذریعہ ہیں.

آیات میں قرآن کریم کو بھی ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ گذشتہ کتب و واقعات اور یاد الٰہی کی یاددہانی کراتا ہے.

نیز نبی کریمﷺ کو بھی ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ ان کا وجود یادالٰہی کا بہترین ذریعہ ہے اور انکا کام بھی وہی ہے جو قرآن مجید کا کام ہے کہ لوگوں کے دلو ں میں یادخدا تازہ کرتے رہیں اور چونکہ علم کو بھی ذکر سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی بنیاد پر اہل بیتؑ پیغمبرؐ کو اہل الذکر کہا گیا ہے کہ یہ قرآن کے بھی اہل ہیں اور پیغمبرﷺ کے بھی اہل بیتؑ ہیں اور ایسے صاحبان علم بھی ہیں جن سے ہر شۓ کے بارے میں سوال کیا جاسکتا ہے.

تبصرہ

اس آیت کریمہ میں اہل ذکر کے مصداق کے بارے میں دو احتمال پائے جاتے ہیں اور ان دونوں احتمال کی روشنی میں اہل ذکر کا اہل بیتؑ پر اطلاق ہوتا ہے.

احتمالِ اول

اس آیت میں اہل ذکر کے مصداق کے بارے میں پہلااحتمال یہ پایا جاتا ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو مخاطب قرار دیا گیا ہے، جن کا خیال یہ تھا کہ خدا کی جانب سے بھیجا جانے والا نبی کوئی آدمی و بشر نہیں ہونا چاہیۓ، ان کا کہنا تھا کہ خدا نے تبلیغ رسالت کے لئے کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیج دیا. ان کے جواب میں اللہ تعالی فرماتا ہے:(وَمَا اَرسَلنَا مِن قَبلِکَ اِلَّا رِجَالاً نُوحِی اِلَیھِم)؛ ''ہم نے تجھ سے پہلے بھی جو رسول بھیجے ہیں وہ بھی ایسے ہی مرد تھے کہ جن پر وحی نازل ہوئی تھی.

پھر مشرکین سے مخاطب ہو کر ان کے ابہام و اعتراض کو دور کرنے کے لئے فرماتا ہے اگر تمہیں گذشتہ انبیاء کی نوع کے بارے میں علم نہیں ہے تو جاؤ اہل ذکر سے معلوم کرلو.

پس اس احتمال کی بنیاد پر اہل ذکر سے مراد اہل کتاب قرار پائیں گے کیوں کہ یہ لوگ گذشتہ ابنیاء کی نوع کے بارے میں خاطر خواہ علم رکھتے تھے لہذا قرآن کریم نے اہل کتاب کو یہاں گذشتہ ابنیاء کی نوع کے بارے میں معلومات حاصل کر نے کے لئے مرجع قرار دیا ہے. لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اہل ذکر کا مفہوم اسی میں محدود سمجھ لیا جائے اور ا نہیں تمام امور میں مرجعِ کل سمجھ لیا جائے [51].

پس اس احتمال کی بنا پر آیت کے مخاطبین، مشرکین ہیں اور اہل ذکر سے مراد، اہل کتاب ہیں. لیکن قرآن کریم چاند سورج کی طرح جاویداں و تابندہ ہے اور ان آیات کا پیام ہمیشہ زندہ و جاوید رہنے والا ہے، آیات کریمہ زمانِ نزول میں محدود و منحصر نہیں ہیں [52]. بلکہ یہ مختلف حالات و واقعات اور افراد پر قابل تطبیق و تاویل ہیں اور ان کی اس طرح تطبیق و تاویل خدا و راسخون فی العلم ہی بیان کرسکتے ہیں اور راسخون فی العلم میں ائمہ طاہرین کا مقام سب سے افضل اور بلند و برتر ہے [53].

پس اس قانون و نظریہ کی بنیاد پر کثیرالتعداد روایات کی روشنی میں اہل ذکر سے مراد صرف اہل بیت ہیں اور یہی حضرات تمام امور میں ہر قسم کے سوال کا جواب دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ یہی ہستیاں تمام علوم و معارف اور حقائق قرآنی کی مکمل معرفت رکھتی ہیں.

احتمالِ دوم

اہل ذکر سے مراد اہل بیتؑ ہیں. کیونکہ قرینۂ سیاق اگرچہ اہل کتاب پر دلالت کررہاہے لیکن اس کے مقابلہ میں قرینہ لفظی موجود ہے یعنی اس کے مدِمقابل متعدد ایسی روایات موجود ہیں جو بیان کررہی ہیں کہ اہل ذکر سے مراد اہل بیت ہیں لہذا قرینہ لفظی کی موجودگی میں قرینہ لُبّی(قرینہ سیاق) غیرمعتبر ہوجاتا ہے.

عالم بزرگوار جناب شیخ یعقوب کلینی نے اپنی معروف کتاب اصول کافی میں اس عنوان کے تحت ایک مکمل باب ترتیب دیا ہے:

''اِنَّ اَھلَ الذِّکرِ الَّذِینَ اَمَرَ اللہُ الخَلقَ بِسُؤالِھِم، ھُمُ الأئمۃُ علیھم السلام یعنی بابِ اہل ذکر؛ جن کے لئے پروردگار نے مخلوقات عالم کو حکم دیا ہے کہ ان سے سوال کریں، وہ ائمہ ہیں''.

شیخ کلینی نے اس باب میں حضرت امام سجادؑ، حضرات صادقینؑ اور امام رضاؑ سے "9" احادیث نقل کی ہیں [54] جن میں سے پانچ احادیث کی سند صحیح، اور ایک حدیث حسن موثق ہے [55]. ان تمام احادیث کا مضمون بطور یکساں اس امر پر دلالت کررہا ہے کہ اہل ذکر سے مراد اہل بیتؑ ہی ہیں مثلاً:

"اِنّ مَن عِندنا یزعمون ان قول اللہ عزّ و جلّ (فَا سئَلُوا اَهلَ الذِّکرِ) اِنَّهُم الیَهُودُ وَالنَّصَاریٰ قَالَ: اِذاً یَدعُونَکُم اِلیٰ دِینِهِم قَالَ: فَاَشَارَ بِیَدِهِ اِلیٰ صِدرِهِ؛ نَحنُ اَهلُ الذِّکرِ و نَحنُ المِسئُولُونَ....ہمارے سامنے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ آیہ (فَاسئَلُوا اَهلَ الذِکرِ...) میں اہل ذکر سے مراد یہود و نصارا ہیں.

امام فرماتے ہیں: اگر ان کا خیال صحیح ہے تو پھر ذرا سوچو کہ وہ لوگ تو تمہیں اپنے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں.

پھر راوی کا بیان ہے کہ امامؑ نے اپنا دست مبارک اپنے سینہ پر رکھ کر فرمایا: ہم اہل ذکر ہیں اور ہم سے لوگوں کو سوال کرنا چاہئے [56].

ابن جریر طبری نے بھی امام علیؑ و امام باقرؑ سے یہی تفسیر نقل کی ہے، ان احادیث میں فرماتے ہیں:

(نَحنُ اَهلُ الذِّکرِ)؛ ہم ہی اہل الذکر ہیں" [57].

نیز مختلف آیات میں موجود عبارت "اہل الذکر" سے مراد اہل بیت کو لیا گیا ہے جس کے استناد کے لئے متعدد روایات کا سہارا لیا گیا ہے مثلاً:

ثامن الحجج حضرت امام علی رضاؑ سورہ طلاق 65 کی آیات نمبر 11 اور 12 کے ذیل میں فرماتے ہیں: (فَالذِّکرُ رَسُولُ اللهِ وَ نَحنُ اَهلُه)؛ آیت میں " ذکر" سے مراد رسول اللہ ہیں اور ہم رسول اللہؐ کے اہل ہیں پس ہم ہی اہل ذکر ہیں" [58].

سورہ زخرف 43 کی آیت نمبر 44 میں قرآن کریم کو ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے: (وَ اِنَّه لَذِکرٌ لَّکَ وَ لِقَومِکَ وَسَوفَ تُسئَلُونَ)؛ اور یہ قرآن آپؐ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے نصیحت کا سامان ہے اور عنقریب تم سب سے بازپرس کی جائے گی.

اس آیت کریمہ کے ذیل میں حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: "نَحنُ قَومُه وَ نَحنُ مَسئُولُونَ؛ ہم ہی ان کی قوم ہیں اور ہم ہی سے سوال کیا جائے گا" [59].

امامِ ضامن حضرت امام علی رضاؑ سے جب سورہ نحل کی 44ویں آیت میں مذکور اہل ذکر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''نَحنُ اَهلُ الذِکرِ وَ نَحنُ المَسئُولُونَ''.ہم ہی اہل ذکر ہیں اور ہم سے پوچھنا چاہئے [(60)].

امام باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''الذِکرُ القرآنُ، وَ آلُ الرَّسُولِ اَهلُ الذِکرِ وَ هُمُ المَسئُولُونَ''؛ ذکر قرآن ہے اور آلِ رسولؐ اہلِ ذکر ہیں اور انہیں سے سوال کرنا چاہئے [(61)].

بعض روایات میں ہے کہ ذکر خود رسولؐ اللہ ہیں اور انکے اہل بیتؑ اہل ذکر ہیں [(62)].

اہل سنت کی تفاسیر اور کتب میں بھی اسی مضمون کی بہت سی روایات ہیں ان میں سے ایک روایت ابن عباس سے مروی ہے جسے اہل سنت کی مشہور بارہ تفاسیر میں زیربحث آیت کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے. ابن عباس کہتے ہیں: '' هُوَ مُحَمَّد و علی وفاطمه و الحسن و الحسین هُم اَهلُ الذِّکرِ وَ العَقلُ وَالبَیَان''.محمد، علی، فاطمہ،حسن اور حسین ہی اہل ذکر، اہل عقل اور اہل بیان ہیں''.

بارہ تفاسیر سے مندرجہ ذیل تفاسیر مراد ہیں:

1. تفسیر ابو یوسف، 2. تفسیر ابن حجر، 3.تفسیر مقاتل بن سلیمان، 4.تفسیر وکیع بن جراحؒ، 5.تفسیر یوسف بن موسیٰ، 6.تفسیر قتادہ، 7.تفسیر حرب الطائی، 8.تفسیر سدّی، 9.تفسیر مجاہد، 10.تفسیر مقاتل بن حیان، 11.تفسیر ابو صالح، 12.تفسیر محمد بن موسیٰ الشیرازی [(63)].

نیز اسی مضمون کی ایک حدیث جابر جعفی سے تفسیر ثعلبی میں بھی مرقوم ہے جس کے ضمن میں وہ کہتے ہیں: ''لَمَّا نَزَلَت هٰذِهِ الآیَةُ قَالَ علی نَحنُ اَهلُ الذِّکرِ؛ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت علیؑ نے فرمایا: ہم اہل ذکر ہیں''.

مذکورہ بالا مدارک کی طرف رجوع فرمائیں.

خلاصۂ کلام

فریقین کی متعدد روایات میں اہل ذکر کے یہ معنی و مراد اتنی کثرت سے بیان کئے گئے ہیں کہ جن کے بارے میں تواتر کا دعوی کرنا بیجا نہ ہوگا.ان احادیث سے امت اسلام کے لئے اہل بیتؑ کی مطلق مرجعیت ثابت ہوجاتی ہے اور اس مرجعیت کی دلیل یہ

ہے کہ اہل بیتؑ، قرآن کریم کے تمام علوم ومعارف سے بھرپور آگاہی رکھتے ہیں اور ان کی فکر و ارادہ میں کسی بھی قسم کی تردید و خطا کا گذر تک نہیں ہوسکتا [64].

۵۔ آیت تطہیر:

خدا وند عالم کا ارشاد پاک ہے:(اِنَّمَا یُرِیدُ اللهُ لِیُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَیتِ وَ یُطَهِّرَکُم تَطهِیراً) [65] ''بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیتؑ کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے.

دریچہ: اہل بیت کی عصمت پر دلالت کرنے والی جملہ آیات میں سے ایک آیت تطھیر بھی ہے جس کی روشنی میں ان کی مرجعیت دینی ثابت ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں ان کی سنت کو حجت قرار دیا جاتا ہے یعنی ان کے ہر قول و فعل کو بطور حجت تسلیم کیاجانا چاہیے. لہذایہاں عام طور پر دو نکات پر بحث کی جاتی ہے:

(الف) عصمت اہل بیتؑ (ب) مصداق اہل بیتؑ

تبصرہ:

اہلسنت حضرات نے اس آیت کریمہ کے ذیل میں شیعہ نقطۂ نظر کے استدلال سے فکروں کو دور کرنے کی سرتوڑکوشش کی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے کافی فہم و فراست کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے مختلف توجیہات پیش کی ہیں لیکن اس آیت کریمہ و احادیث شریفہ کی روشنی میں عصمت و حجت اہل بیتؑ کا ثابت ہونا کسی با شعور منصف مزاج اور عقل سلیم رکھنے والے سے پوشیدہ نہیں ہے

اہل سنت مفسرین اس آیت کریمہ کی اس طرح تفسیر کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے دین کے اوامر و نواہی تم پر نازل کر دیئے ہیں تاکہ تم ان سے بہرہ مند ہو اور ان دستورات سے نفع حاصل کرنا خود تم پر منحصر ہے [66].جبکہ اس آیت سے مراد زنان پیغمبرؐ یا زنانِ پیغمبرؐ اور دیگر افراد کو لیا جاتا ہے [67].

شیعہ نقطہ نظر کے مطابق یہ آیت کریمہ مخصوص افراد کی عصمت و طہارت پر گواہی دے رہی ہے اور اپنے دعوی کے ثبوت میں حضورؐ سرورکائنات سے منقول متعدد روایات کا سہارالیتے ہیں اور جن کی تعداد ستر سے زیادہ ہے. آنحضرتؐ نے ان روایات کومخصوص افراد پر منطبق کیا ہے.

یہ احادیث اہل سنت کے معتبر منابع میں نقل کی گئی ہیں اور ان کے بزرگوں نے ان احادیث کے صحیح السند ہونے کی تصریح بھی کی ہے.

حدیث کساء کے صحیح السند ہونے کی تصریح کرنے والے بزرگ علماء اہل سنت:

اہل سنت کے متعدد بزرگ علماء نے حدیث کساء کے صحیح السند ہونے اور اس آیت کریمہ کے اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہونے کی تصریح فرمائی ہے مثلاً:

1. احمد بن حنبل نے مسند میں۔
2. مسلم بن حجاج، نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے.
3. حاکم نیشا پوری نے مستدرک میں،
4. ذہبی نے تخلیص المستدرک میں،
5. فخررازی نے تفسیر کبیر میں ، انکا کہنا ہے کہ: هذه الرواية كالمتفق على صحتها بين اهل التفسير و الحديث؛ مفسرین و اہل حدیث اس روایت کی صحت پر متفق نظر آتے ہیں [68].
6. ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح میں اسے نقل کیا ہے.
7. ابن تیمیہ اپنی کتاب ” منھاج السنۃ“ میں کہتے ہیں : ” واما حديث الكساء فهو صحيح ، رواه ، احمد و الترمذی من حديث ام سلمة و رواه مسلم فی صحيحه من حديث ”عائشه “؛ حدیث کساء، احادیثِ صحیح السند میں سے ایک ہے جسے احمد اور ترمذی نے جناب ام سلمہ سے نقل کیا ہے ، نیز مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے “.[69]
8. ابن حجر مکی کا کہنا ہے : ”وَصَحَّ اَنَّه جَعَلَ علٰى هؤلاءِ كِساءٌ وَقال: اَللّٰهُمَّ هؤلاءِ اَهلُ بَيتِی وَ حَامَّتی اَی خاصَّتی اَذهِب عَنهُمُ الرِّجسَ وَطَهِّر هُم تطهيراً.“

صحیح السند کے ذریعے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ان چار افرادپرچادر تان کر فرمایا : پروردگار! یہ میرے اہل بیت اور مخصوص افراد ہیں، ان سے ہر قسم کے رجس کو دوررکھ اور انہیں پاک و پاکیزہ رکھنا[70] ۔

حدیث کساء:

(1) مسلم نے اپنے سلسلہ سند کے مطابق حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے: '' خَرَجَ النبی غَداۃً وَعلیه مِرطٌ مُرَجَّلٌ مِن شَعراسود، فَجاءَ الحسن بنُ علی فَادخَلَهُ ثُمَّ جاء الحسین فَدَخَلَ مَعَه، ثُمَّ جائتْ فاطمة فَاَدخَلَها ثُمَّ جاءَ علی ثُمَّ قالَ: (اِنَّما یُرِیدُ اللہ) '' پیغمبرؐ بوقت صبح اپنے حجرہ سے اس انداز سے باہر آئے کہ آپ کے دوش مبارک پر سیاہ کپڑا پڑا ہوا تھا کہ اتنے میں حسنؑ بن علیؑ ان کے پاس پہنچ گئے حضورؐ نے انہیں اپنی چادر کے اندر لے لیا ،پھر حسینؑ آئے تو وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے، پھر فاطمہؑ زہرا تشریف لائیں توحضورؐ نے انہیں بھی چادر کے اندر لے لیا. پھر علیؑ آئے تو وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے. اس وقت پیغمبر اکرمؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی. (انما یرید اللہ) [71].

(2) ترمذی اپنے سلسلہ سند کے مطابق جناب ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں: '' اِنَّ النبی جَلَّلَ علٰی الحسن و الحسین وعلی و فاطمة کساءً ثُمَّ قال: اَللّٰھُمَّ ھؤُلاءِ اَھلُ بیتی و خاصَّتی اَذھِب عنھمُ الرِّجسَ و طَھِّرھُم تطھیراً، پیغمبر اکرمؐ نے حسنؑ و حسینؑ علیؑ اور فاطمہؑ پرچادر تان کر بارگاہ پروردگار میں عرض کیا: یہ میرے اہل بیتؑ اور مجھ سے مخصوص ہیں، ان سے ہر رجس کو دور رکھ اور انہیں پاک و پاکیزہ رکھنا ''.[72]

(3)ام سلمہ سے نقل کیا گیا ہے : '' نَزَلَت ھذِہ الآیة فی بَیتی (اِنَّما یُرِیدُ اللہ لِیُذھِبَ عَنکُم الرِّجسَ اھلَ البیت و یُطَھِّرَکُم تطھیراً) وَفی البیت سَبعَةٌ جبرئیل و میکائیل وعلی و فاطمه و الحسن و الحسین و اَنا علٰی بابِ البیت، قُلتُ، یا رسولَ اللہ اَلَستُ مِن اَھلِ البیت؟ قالَ اِنَّکِ علیٰ خیر اِنَّکِ مِن اَزواجِ النَبی ؛[73]

''جناب ام سلمہ کہتی ہیں: آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت سات افراد میرے گھر میں موجود تھے یعنی جبرئیل، میکائیل، علی، فاطمہ، حسن، حسین؛ اور میں اس لمحہ درخانہ پر موجود تھی؛ میں نے پیغمبرؐ سے دریافت کیا.کیا میں اہل بیتؑ میں سے نہیں ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: تم خیر اور نیکی پر ہو اور تم میری زوجات میں سے ہو''.

(4)نیز در منثور نے ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی کے توسط سے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے: ''قال رسولُ اللہُ نَزَلَت ھذِہ الآیةُ فی خمسة فِیَّ وفِی علی و فاطمة و حسن و حسین، انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیراً [74].آیت تطہیر پانچ افراد " میرے، علی و فاطمہ اور حسن و حسین کے بارے میں نازل ہوئی ہے''

مذکورہ و دیگر ان جیسی کثیر التعداد احادیث میں حصر پایا جاتا ہے یعنی نبی کریمﷺ نے مخصوص اور معین افراد کا تعارف کروایا ہے یہاں تک کہ جناب ام سلمہ تک کو اس اجتماع میں داخلہ کی اجازت نہیں دی صرف مخصوص افراد کا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے. پس اب جبکہ لفظ ''اہل بیت'' عام معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے تو ''یرید اللہ'' میں ارادہ الٰہی کو تشریعی قرار نہیں دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ارادہ تشریعی کے ذریعے تو تمام بندوں کی طہارت و پاکیزگی چاہتاہے اور سب سے مطالبہ کرتا ہے کہ گناہوں سے دوری اختیار کریں.پس یہاں پر ارادہ الٰہی تکوینی ہے، ارادہ تکوینی، ارادہ کرنے کے ساتھ ہی واقع اور ظاہر ہو جاتا ہے یعنی ارادہ کے ساتھ ہی طہارت و پاکیزگی حاصل شدہ ہے. یعنی ارادہ تکوینی تخلّف نا پذیر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: (اِنَّمَا اَمرُہ اذا اَرادَ شیئًا اَن یَقُولَ لَہ کُن فَیَکُونُ)

اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شۓ کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کر لے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے.جبکہ ارادہ تشریعی میں فعل براہ راست ایجاد نہیں ہوتا بلکہ اس میں بندوں کا ارادہ کار فرما ہوتا ہے تاکہ انہیں ان کے فعل میں آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ جبر محسوس نہ کریں.

یہ بات بھی بیان کر دینا مناسب ہے کہ لفظ ''الرجس'' پرموجود ''ال'' اسم جنس ''رجس'' پرداخل ہو کر عموم و شمول پردلالت کرتا ہے یعنی ہر قسم کی پلیدی سے منزہ ہیں.

بنا بریں اہل بیت کی گفتار و رفتار یہاں تک کہ فکر بھی ہر قسم کی پلیدی سے محفوظ و مصون ہے اور اس میں ارادہ الٰہی کار فرما ہے.پس ان کاہر قول و فعل حجت اور تفسیر آیات میں برہان قاطع کی حیثیت رکھتا ہے.

بیان کردہ روایات سے قطع نظر سنت اہل بیتؑ کی حجت کے اثبات میں خود اس آیت کریمہ میں بھی شواہد موجود ہیں مثلاً لفظ ''انما'' حصر پردلالت کر رہا ہے جومخصوص افراد کی طہارت کی گواہی ہے ، آیت تطہیر اور اس سے ما قبل کی آیت میں مؤنث ضمیریں بیان کی گئی ہیں جبکہ اس آیت میں مذکر ضمیروں کو استعمال کیا گیا ہے. نیز آیت تطہیر، آیات النساء کے ہمراہ نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ علیحدہ سے نازل کی گئی ہے اور کسی نے اس کے آیات النساء کے ہمراہ نازل ہو نے کا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے.

ان تمام اندرونی شواہد اور متعدد روایات کی موجودگی میں دعوائے سیاق بالکل غیر مناسب ہے یعنی یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سیاق آیات اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی زوجات بھی اس آیت میں شامل ہیں کیونکہ یہ آیت:

اولاً: علیحدہ نازل ہوئی ہے،

ثانیاً: ما قبل والی آیت اور اس آیت میں ضمیریں تبدیل ہو گئی ہیں،

ثالثاً: احادیث کی موجودگی میں سیاق کلام قابل استدلال نہیں ہوتا، نیز سیاق آیات سند نہیں ہوا کرتا کیونکہ قرآن کریم کوئی تصنیف یا تالیف نہیں ہے کہ اس میں ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے. اس میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جہاں ایک تذکرہ کے بعد دوسرا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر بات پلٹ کر وہیں پہنچ جاتی ہے.

علاوہ بریں وہ روایات جن میں کہا گیا ہے کہ ان سے مراد ازواج النبی یا ازواج النبی اوردیگر افراد بھی ہیں ضعیف ہیں اور ان کی سند معتبر نہیں ہے [75].کیونکہ ان کے راوی مجہول الحال اور ناشناختہ ہیں یا یہ کہ محدثین و علمائے رجال نے ان پر تنقید کی ہے [76]. جبکہ بعض روایات کے متن میں خلل و اضطراب بھی پایا جاتا ہے [77].

نتیجہ:

پس آیت تطہیر میں موجود اندرونی شواہداور روایات کے ذریعے اہل بیت مخصوص و معین افراد ہیں جن کا ہر قول و فعل حجت ہے کیونکہ یہ آیت ان کے معصوم ہونے اور ہر قسم کی پلیدی سے محفوظ ومصون ہونے کی گواہی دے رہی ہے.

آیت کے مطابق صرف نبی کریمؐ اور ان کے اہل بیتؑ یعنی علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ وحسینؑ ہی ہیں. امھات المؤمنین یقیناً لائق احترام ہیں لیکن آیت کا مصداق نہیں ہیں لہٰذا اہل بیت میں شامل نہیں ہیں کیونکہ خود نبی کریمؐ نے جناب ام سلمہؓ کو یہ کہہ کر چادر تطہیر میں داخل ہونے سے روک دیا تھا کہ تم یقیناً خیر اور نیکی پرہو لیکن یہ میرے اہل بیت ہیں.

نیز آیت کریمہ پنجتن پاکؑ کی عصمت و طہارت کے علاوہ انہی جیسے دیگر ائمہ اہل بیتؑ کی عصمت وطہارت کو بھی شامل کر رہی ہے کیونکہ آیت کے نزول کے وقت یہی افرادموجود تھے اور اگر ایک امام کی عصمت ثابت ہو گئی توبقیہ کی عصمت و طہارت خود بخود ثابت ہو جائے گی کیونکہ ہرامام نے اپنے بعد والے امام کے بارے میں وصیت فرمائی ہے اور بعنوان امام معصوم اس کا تعارف کروایا ہے

شبہہ اور اس کا جواب

ممکن ہے کسی کے دل میں شبہہ پیدا ہونے لگے آیت کریمہ میں صرف پنجتن پاکؑ کی عصمت و طہارت کی گواہی دی گئی ہے لیکن اس کے ذریعے بقیہ ائمہ اہل بیتؑ کی عصمت و حجیت کو کس طرح ثابت کیاجا سکتا ہے؟

اس کاجواب یہ ہے کہ:

(1) آیت کریمہ میں حصر ، اضافی و نسبی ہے نہ کہ حقیقی و مطلق یعنی مخصوص افراد کی نسبت آیت کو حصر کیا گیا ہے جس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس میں صرف یہی پانچ افراد شامل ہوں گے اور دیگر حضرات شامل نہیں ہو سکتے جیسا کہ خود نبی کریمؐ نے حدیث ثقلین میں لفظِ اہلِ بیتؑ کو بطور عام بیان کیا ہے.

(2) نزول آیت کے وقت چہاردہ معصومینؑ میں سے صرف یہی پانچ حضرات موجود تھے اسی لئے پیغمبر اکرمﷺ نے انہیں افراد کو کساء کے سائے میں لے لیا تھا اور اس وقت آیت نازل ہوئی پس ان افراد کے علاوہ دیگر افراد پر منطبق ہونا آیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ آیت میں اھل بیت کے عنوان کو پیش نظر رکھا گیا ہے، چونکہ ہر دور میں ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے لہذا آیت تطہیر کا دیگر انہی جیسے دیگر حضرات پر منطبق ہونا مصلحت کے خلاف نہیں ہے.

(3) تمام ائمہ اہل بیتؑ کی عصمت و حجیت کو ثابت کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ ان میں سے ایک کی عصمت و طہارت اور حجیت کوثابت کر دیا جائے کیونکہ یقینا ہر امام نے اپنے بعد آنے والے امام کے بارے میں وصیت فرمائی اور بعنوان امام معصوم اس کا تعارف کروایا ہے.

(ب)دلیل روائی

ا۔ حدیث ثقلین

دریچہ: اہل بیتؑ کی سنت کو حجت ثابت کرنے والی احادیث میں سے ایک حدیث ثقلین بھی ہے جسے حدیث غدیر وغیرہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے. یہ حدیث مختلف سلسلہ اسناد اور عبارات کے ساتھ فریقین (شیعہ و سنی) کے متعدد معتبر منابع و مآخذ کی زینت بنی ہوئی ہے. یہ حدیث عصر صحابہ ہی سے تواتر کے ساتھ نقل کی گئی ہے اور نہایت اہم موضوع سے بہرہ مند ہے جو امت کے لئے رسول اکرمﷺ کی ایسی وصیت بیان کر رہی ہے کہ جس سے متمسک ہو کر امت ہر گز گمراہ نہ ہونے پائے گی.

متن حدیث: یہ حدیث ثقلین کثیر طرق اور صحیح اسناد کے ساتھ فریقین کے مصادر و منابع میں نقل ہوئی ہے جن میں سے ایک ذیل میں پیش خدمت ہے: ’’ اِنّی تارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَینِ ما اِن تَمَسَّکتُم بِهِما لَن تَضِلُّوا، کِتابَ اللهِ وعِترتی اَهلَ بیتی و اِنَّهُما لَن یَفتَرِقا حتّی یَرِدا عَلَیَّ الحوض‘‘؛ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر (یا سنگین) چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر ان سے

متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، کتاب خدا اورمیری عترت جو میرے اہل بیت ہیں. یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک حوض (کوثر) پر میرے پاس پہنچیں گے [78].

حدیث کی مختلف عبارات: اہل سنت حضرات کی معتبر ترین کتب احادیث میں اس حدیث کی جو مختلف عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان میں سے چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں.

(1) مسلم نے اپنے سلسلہ سند کے مطابق زید بن ارقم سے نقل کیا ہے.

''قامَ رَسُولُ اللہ یوماً فِینا خَطِیبًا بِماءٍ یُدَّعَیٰ خُمّاً بَینَ مَکة و المدینة، فَحَمِدَ اللہَ و اَثنیٰ علیه و وَعَظَ و ذَکَّرَ ثُمَّ قال: اَمَّا بَعد،اَلَا یا اَیُّهَا النَّاس! فَاِنَّمَا اَنا بَشَرٌ یُوشَکُ اَن یأتِی رسولُ رَبّی فأُ جِیبُ وَ اَنا تارِکٌ فیکم ثقلین؛ اَوَّلُهُما کتابُ اللہ فَاستَمسَکُوا بِہ، فَحَثَّ علیٰ کتابِ اللہ و رَغَّبَ فیه ثُمَّ قال: و اَهلُ بَیتی اَذکُرُکُمُ اللہ فی اَهلِ بَیتی، اَذکُرُکُمُ اللہ فی اَهلِ بَیتی، اَذکُرُکُمُ اللہ فی اَهلِ بَیتی ''؛

''ایک دن رسول اللہ نے مکہ و مدینہ کے درمیان 'خم' نامی تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں آپؐ نے حمد و ثنائے پروردگار کے بعد وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: میں وہ بشر ہوں جس کے پاس پروردگار کی جانب سے فرستادہ آنے والا ہے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہنے والا ہوں، پس میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ایک کتاب خدا ہے اس سے متمسک رہنا. پیغمبرؐ نے کتاب خدا کے بارے میں کافی تاکید فرمائی اور اس پر عمل کرنے کی لوگوں کو خاطر خواہ تشویق و ترغیب دلائی پھر فرمایا: اور میرے اہل بیتؑ ہیں اور ان کے بارے میں میں تمہیں نہایت تاکید کرتا ہوں. حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملے کو تین بار دہرایا ''.[79]

(2) احمد بن حنبل اپنے سلسلہ سند کے تحت زید بن ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا :

''انی تارک فیکم خلیفتَینِ؛ کتابُ اللہِ حَبلٌ مَمدُودٌ ما بَینَ السماءِ والارضِ. اَو ما بَینَ السماءِ اِلٰی الارضِ. وَ عِترَتی اهلُ بیتی و اِنَّهُما لَن یَفتَرِقا حَتّٰی یَرِ دا عَلَیَّ الحَوضِ''؛

بے شک میں تمہارے درمیان دو جانشین چھوڑ کر جا رہا ہوں، کتاب خدا جو آسمان و زمین کے مابین کھنچی ہوئی ایک ریسمان ہے اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے [80].

(3)ترمذی نے جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ حجتہ الوداع میں روزعرفہ نبی کریمؐ کو اونٹ پر خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا :

”یا ایھا الناس! قد تَرَکتُ فِیکُم ما اِن اَخَذتُم بِہ لَن تَضِلُّوا، کتاب اللہ و عترتی اھلُ بیتی“؛

اے لوگو! تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، کتاب خدا اور میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں (81).

(4)حاکم نیشا پوری نے ابو طفیل کے توسط سے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے: نبی کریمﷺ مکہ و مدینہ کے مابین پانچ درختوں کے پاس ٹھہرے تو لوگوں نے ان درختوں کےنیچے صفائی کی پھر پیغمبرؐ نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا، آپؐ نے حمد و ثناء الٰہی، وعظ و نصیحت اور چاہت الٰہی بیان کرنے کے بعد فرمایا:

”یا ایھا الناس! اِنّی تارِکٌ فیکُم اَمرَینِ لَن تَضِلُّوا اِنِ اتَّبَعتُمُوھُما وھما؛ کتابُ اللہ و اھلُ بیتی، ثم قال: أ تَعلَمُونَ اِنّی اَولٰی بِالمومِنِینَ مِن اَنفُسِھِم ثلاث مرات قالُوا نَعَم، فقالَ رَسُولُ اللہِ: مَن کُنتُ مَولاہُ فعلیٌ مولاہ“؛

لوگو! میں تمہارے درمیان دو امر چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر ان کی پیروی کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، کتاب خدا اور میرے اہل بیتؑ. پھر آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مومنین پر خود ان سے زیادہ حق رکھتا ہوں؟ یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ سب نے کہا: جی ہاں بالکل ایسا ہی ہے.پھر آپؐ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے (82).

تکرار حدیث:

شیعہ علماء کے نزدیک یہ حدیث 30 سے زائد اصحاب پیغمبرؐ نے نقل کی ہے (83).

جبکہ بعض علمائے اہلسنت کے مطابق 20 سے زائد صحابہ نے اس حدیث کو مختلف انداز سے نقل کیا ہے.

ابن حجر کا کہنا ہے :

حدیث ثقلین متعدد طرق و اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہے ، جسے 20 سے زائد صحابہ نے نقل کیا ہے، مثلاً بعض اسناد کے مطابق نبی کریمؐ نے حجتہ الوداع کے موقع پر سر زمین عرفہ پر قرآن و عترت کے بارے میں تاکید فرمائی جبکہ بعض طرق میں غدیر خم کا

تذکرہ کیا گیا ہے اور بعض میں طائف سے واپسی کے موقع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن ان میں کوئی تنافی و تضاد قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ بعید نہیں کہ نبی کریمؐ نے متعدد مقامات پر قرآن و اہل بیت کے بارے میں وصیت فرمائی ہو [84].

حتیٰ کہ بعض افراد کے مطابق نبی کریمؐ نے ثقلین (قرآن و اہلبیتؑ) کے بارے میں رحلت سے قبل بھی وصیت فرمائی تھی [85].

مختصر جانچ پڑتال اور جستجو سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم از کم پانچ مقامات پر حدیث ثقلین کو بیان کیا ہے:

1. آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد طائف سے واپسی کے موقع پر [86].

2. عرفہ کے دن جب حضورؐ شتر قصواء پرخطبہ دے رہے تھے [87].

3. حجتہ الوداع کے موقع پر منیٰ میں مسجد خیف کے اندر [88].

4. غدیر خم کے دن [89].

5. وفات کے دن اپنے آخری خطبہ میں [90].

حدیث ثقلین کا صحیح ہونا:

حدیث ثقلین کو مختلف طریقوں سے صحیح السند ثابت کیا جا سکتا ہے :

1. حدیث ثقلین کا ''صحاح'' میں موجود ہونا.

اہل سنت کی اکثر کتب صحیح میں حدیث ثقلین کا موجود ہونا اس کے صحیح السند ہونے کی بہترین دلیل ہے. مثلاً:

1. یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے جس کی تمام احادیث کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ''صحیح السند'' ہیں [91].

2. یہ حدیث '' صحیح ترمذی'' میں موجود ہے

3. '' صحیح ابن خزیمہ'' میں موجود ہے.

4. '' صحیح ابن عوانہ'' میں بھی ثبت ہے.

2. صحاح ستہ کے بارے میں لکھی جانے والی کتب.

یہ حدیث ثقلین مذکورہ کتب صحاح ہی میں ثبت نہیں کی گئی بلکہ ان کتب میں بھی قلمبند کی گئی ہے جو صحاح ستہ کے بارے میں لکھی گئی ہیں.مثلاً :

1." المستدرک علی الصحیحین" تالیف حاکم نیشاپوری

2. حمیدی کی " الجمع بین الصحیحین"

3. رزین عبدری کی " تجرید الصحاح"

3. فقط صحیح السند نقل حدیث کا دعویٰ کرنے والے علماء.

1. علامہ سراج الدین فرغانی نے "نصاب الاخبار" میں،

2.حافظ ضیاء الدین مقدسی نے "المختار" میں،

سیوطی نے حافظ عراقی سے نقل کیا ہے: مقدسی نے " المختارہ" نامی کتاب تالیف کی ہے جس میں انہوں نے صرف احادیث صحیح السند نقل کرنے کا عزم کیا تھا [(92)].

4. حدیث ثقلین کے صحیح السند ہونے کی تصریح کرنے والے.علمائے اہلسنت کی ایک بڑی تعداد نے حدیث ثقلین کے صحیح السند ہونے کی تصریح کی ہے مثلاً

1. ناصر الدین البانی [(93)].

2. ابن حجر عسقلانی [(94)]

3. ابن حجر مکی [(95)]

4. بو صیری [(96)]

5. یعقوب بن سفیان فسوی [(97)]

6. شیخ سلیمان قندوزی [(98)]

7. احمد بن حنبل [(98)]

8. محمود شکری آلوسی [(100)]

9. ابن جریر طبری [(101)]

10. محاملی [(102)]

11. حسن بن علی سقاف شافعی [(103)]

12. حاکم نیشا پوری [104]

13. ابن کثیر [105]

14. ابن هشام [106]

15. جمال الدین قاسمی [107]

16. هیثمی [108]

17. ازهری [109]

18. سمهودی شافعی [110]

19. علامه مناوی [111]

20. علامه محقق شیخ احمد بنّا [112]

21. استاد علامه توفیق ابو علم [113]

حدیث ثقلین کی روایت کرنے والے صحابہ کرام

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ شیعہ علماء کے مطابق 30 سے زائد، اصحاب نبی کریمؐ اور اہل سنت کے علماء کے مطابق 20 سے زائد اصحاب کرام نے اس حدیث کو نقل کیا ہے لہٰذا مجموعی طور پر مشترک نظریہ کی روشنی میں کم سے کم 43 اصحاب نبیؐ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے.

1. حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ
2. حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ
3. حضرت سلمانؓ فارسی
4. حضرت ابو ذر غفاریؓ
5. حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ
6. حضرت ابو سعید خدری
7. حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری

8. ابو الهیثم بن تیّہان

9. حضرت حذیفہ بن یمان

10. حضرت حذیفہ بن اُسید غفاری

11. حضرت حذیفہ بن ثابت

12. حضرت زید بن ثابت

13. حضرت زید بن ارقم

14. حضرت ابو ھریرہ دوسی،

15. عبد اللہ بن حنطب

16. جبیر بن مطعم

17. براء بن عازب

18. اُنس بن مالک

19. طلحۃ بن عبد اللہ تیمی

20. حضرت عبد الرحمن بن عوف

21. حضرت سعد بن ابی وقاص

22. حضرت عمرو بن عاص

23. حضرت سہل بن سعد انصاری

24. حضرت عدی بن حاتم

25. حضرت ابو ایوب انصاری

26. حضرت ابو شریح خزائی

27. حضرت عقبہ بن عامر

28. حضرت ابو قدامہ انصاری

29. حضرت ابو لیلی انصاری

30. حضرت ضمیرہ اسلمی

31. حضرت عامر بن لیلی بن حمزہ

32. حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

33. حضرت ام سلمہ زوجہ رسولﷺ

34. حضرت ام ھانی دختر امیر المؤمنینؑ

35. حضرت مقداد بن اسلم

36. حضرت عمار یاسر

37. حضرت عمر

38. حضرت عبد اللہ بن عمر

39. حضرت حزیمہ بن ثابت

40. حضرت ابو رافع مولی رسول اللہ

41. حضرت زید بن اسلم

42. حضرت جریر بن عبد اللہ

43. حضرت حبشی بن جنادہ

ان کے علاوہ بے شمار تابعین اور شیعہ و سنی محققین، مؤرخین، مفسرین، محدثین وغیرہ نے اپنی معتبر کتب کو اس مشہور و معروف اور صحیح السند حدیث سے زینت بخشی ہے (114).

(حدیث ثقلین) وصیت پیغمبرؐ اسلام

ہم گذشتہ صفحات پر یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریمؐ نے مختلف اوقات و مقامات یہاں تک کہ قبل از رحلت بھی کتاب خدا اور اہل بیتؑ کے بارے میں نہایت تاکید اور وصیت فرمائی ہے جیسا کہ خود بعض اہلسنت سے نقل ہونے والی اس حدیث میں وصیت کا لفظ استعمال ہوا ہے.

ابن منظور افریقی کہتے ہیں:"وفی حدیث النبی؛ اُو صِیکُم بِکتابِ اللہ و عترتی" حدیث پیغمبرؐ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:- تمہیں کتاب خدا اور اپنی عترت کے بارے میں وصیت کر رہا ہوں [115].

ابن حجر مکی کہتے ہیں: "وَقَد جاءَ تِ الوَصِیَّةُ الصَّرِیحَة بِھِم فی عِدَّةِ اَحادِیثِ منھا حدیث: (انی تارک فیکم)"؛ متعدد احادیث میں اہل بیتؑ کے بارے میں واضح وصیت وارد ہوئی ہے ان میں سے ایک حدیث (انی تارک فیکم) بھی ہے [116].

فہم نکات حدیث

اگرچہ حدیث میں متعدد نکات پائے جاتے ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے صرف چند نکات پیش کئے جا رہے ہیں.

1. ثقلین (دو گرانقدر اور سنگین چیزیں)

"ثقلین" لفظ "ثَقَل" کا تثنیہ ہے اور تثنیہ عربی میں دو چیزوں پر دلالت کرتا ہے. "ثقل" عربی میں مال و متاع، توشۂ سفر اور ہر نفیس شئے کو کہا جاتا ہے جو لائق حفاظت ہو [117].

یا یہ لفظ "ثِقل" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "سنگینی و وزنی شئے" ہیں.

کتاب و عترت کو "ثقلین" اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان دونوں پر عمل کرنا سنگین ہے اور ان کے مقام و مرتبہ کی بلندی کے اظہار کے لئے انہیں ثقلین کہہ کر متعارف کروایا گیا ہے [118].

ابن حجر مکی کہتے ہیں:

"سَمَّی رَسُولُ اللہِ القرآنَ و العترتَہ الاَھل و النسل و الرھط الادنون ثقلین؛ لأنَّ الثقلَ کلُّ شَیءٍ نَفِیسٍ خطیر مصون و ھذان کذالک؛ اِذ کُلٌّ منھما معدنٌ لِلعلومِ اللدنیة والاسرار و الحِکَمِ الاِلٰھِیة، و لِذالِکَ حَثَّ النبی علٰی الاِقتداءِ بِھِم و التَّعَلُّمِ مِنھُم".

نبی کریمؐ نے قرآن و عترت کو ثقلین کے نام سے تعبیر کیا ہے. "ثقل" نفیس اور قیمتی چیز کوکہا جاتا ہے، قرآن و عترت بھی ایسے ہی نفیس اور قیمتی ہیں کیونکہ یہ دونوں علوم لدنی، اسرار اور حکمت الٰھیہ کے حامل ہیں، اسی لئے حضورؐ سرور کائنات نے لوگوں کو ان کی اقتداء کرنے اور ان سے سیکھنے کی تاکید فرمائی ہے [119].

بعبارت دیگر ثقل اس میزان کا نام ہے جسے ترازو کے ثبات کے لئے قرا دیا جاتا ہے اور قرآن و عترت کو میزان سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حیات و زندگی کی بقاء کے لئے مایہ استقرار ہیں یعنی ان کے عدم وجود کی وجہ سے لوگوں کی زندگی سے اطمینان و استقرار نابود ہوکر رہ جائے گا.

2. قرآن و عترت کی جامعیت

حدیث میں " مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمُ بھما" عبارت بطور مطلق آئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دین و دنیا کے ہر مسئلہ میں ان سے متمسک رہو گے تو کامیاب رہو گے اور یہ تعبیر ان کی جامعیت و کمالِ مطلق کی بہترین دلیل ہے کیونکہ حدیث میں " لن تَضِلّوا ابداً" بھی کہا گیا ہے یعنی کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکتے.

3. معیت قرآن و اہل بیتؑ

عبارت "حتّی یرِدا عَلیّ الحوض" اس امر کی نشاندہی کر رہی ہے یہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ حوض کو ثر پر پہنچیں گے پس اگر اہل بیتؑ بعض معارف قرآن سے نا آشنا ہوں تو اسی مقدار قرآن سے جدا کہلائیں گے جبکہ حضور سرور کائناتﷺ نے اس جدائی کی بھرپور نفی فرمائی ہے.

4. دونوں سے تمسک ضروری ہے

عبارت" مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمُ بھما لن تَضِلّو ابداً" اور جملۂ "فانظرُوا کیف تَخلِفُونی فیھما" جو کہ بعض روایات میں مروی ہے ، اس امر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ قرآن و اہل بیتؑ دونوں سے تمسک کرنا ضروری ہے. ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ایک سے تمسک کرلیا جائے اور دوسرے کو فراموش کردیا جائے کیونکہ جوچیز مایۂ ہدایت اور گمراہی سے نجات کا سبب ہے وہ دونوں سے تمسک اور وابستگی ہے، اس لئے کہ قرآن کریم تنہا ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ یہ ایک مفسر و مبین کا محتاج ہے اور وہ عترت رسولؐ کریم ہی ہیں.علامہ مناوی کہتے ہیں:

"وفی ھذا تلویحٌ بل تصریحٌ بِأنّھُما کتوأ مین خلّفھما و وَصّی امّتہ بِحُسنِ معا ملتھما وایثار حقھما علی أ انفسھم والاِستِمساک بھما فی الدین۔۔۔، اس حدیث ثقلین میں اس امر کی طرف اشارہ ہے بلکہ وضاحت موجودہے کہ یہ دونوں

گویا جڑواں (Twins) کی مانند ہیں جنہیں رسولؐ نےاپنے بعد بعنوان ھادی متعارف کروایا ہے اور امت کو وصیت فرمائی ہے کہ ان سے بحسن خوبی معاشرت رکھیں [120].

نیز انہی جیسے خیالات کااظہار اہلسنت کے بزرگ علماء مثلاً شیخ محمد امین [121]، ابن الملک [122] اور حسن بن علی سقاف شافعی [123] وغیرہ نے بھی کیا ہے.

5.بقائے عترت تا روزِ قیامت

حدیث شریفہ میں موجود عبارت " لَنْ یفترقا حتَّی یَرِدا عَلیَّ الحوض" اس امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ حضورؐ سرور کائنات کی اس مقدس عترت طاہرہ کا سلسلہ تا روز قیامت جاری و ساری رہے گا کیونکہ اگر کوئی بھی زمانہ عترتؑ سے خالی ہوگیا تو لازمی طور پر قرآن و عترت میں افتراق و جدائی واقع ہو جائے گی لہٰذا ہر دور میں عترت میں سے کسی نہ کسی ایک فرد کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ حدیث قیامت تک سچی ثابت رہے.

ابن حجر کہتے ہیں: "وفی احادیث الحثّ علی التمسک بِاَھلِ البیت اشارةٌ اِلٰی عدمِ اِنقِطاعِ متأ ھل منھم للتمسک به الی یوم القیامة کما ان الکتاب العزیز کذالک ولھذا کانوا اماناً لأ ھْل الارض" یہ حدیث اہل بیتؑ میں سے ان افراد کے قرآن کریم سے عدم جدائی کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جو قیامت تک تمسک کی اہلیت رکھتے ہیں. جیساکہ قرآن کریم کی بھی یہی خصوصیت ہے، اسی لئے روایات میں مروی ہے کہ اہل بیتؑ اھل زمین کے لئے امان ہیں [124].

نیز سمھودی شافعی نے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا ہے [125].

6. اعلمیت اہل بیتؑ

ابن حجر کہتے ہیں: " کلٌّ منھما معدنُ العلوم اللدنیة والحِکم العلیة و الأ حکام الشریعة"، قرآن و عترت دونوں ہی علوم لدنی ، عالی حکمتوں اور احکام شرعی کا سرچشمہ ہیں [126].

7. عصمت اھل بیتؑ

حدیث ثقلین سے استفادہ کئے جانے والے جملہ امور میں سے ایک عصمت اہل بیتؑ ہے جس کے تحت ان کا ہر قول و فعل بعنوان سنتِ نبیؐ حجت ہے، اور ان کی اس عصمت و حجیت کو حدیث کے مختلف پہلوؤں سے اخذ کیا جا سکتا ہے. مثلاً:

(الف) معیت قرآن و عترت:

قرآن کریم ہی کی آیات اس امر کی وضاحت کر رہی ہیں کہ اس میں کسی بھی راستہ سے کوئی بھی باطل داخل نہیں ہو سکتا. بس اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی کی جانب سے قرآن کریم کی کسی بھی طرح کی مخالفت چاہے عمداً یا سہواً یا ازروئے غفلت اس سے جدائی و علیحدگی شمار ہو گی.

استاد توفیق ابو علم مصری کہتے ہیں:

" اِنَّ النَّبِی قَرَنَهُم بِکتابِ اللهِ العزیزِ الَّذی (لایاتیه الباطل من بین یدیه و لامن خلفه) فلا یفترق احدهما عن الآخر، ومن الطبیعی اَنَّ صُدُورَ آیةِ مخالفةٍ لِاَ حکامِ الدین تَعُدُّ اِفتِراقاً عن الکتاب العزیز، وقد صَرَّحَ النبی بِعَدمِ اِفتِراقِهما حتّی یرِدا عَلَیّ الحوض، فدلا لته علی العصمة ظاهرة جلیة، وقدکرّر النبی هذا الحدیث فی مواقف کثیرة، لِاَنَّه یَهدِفُ اِلٰی صِیانَةِ الأُمَّة والمحافظة علیٰ اِستقامتها وعدم انحرافها فی المجالات العقائد یة و غیرها"

پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اہل بیتؑ کو قرآن کریم کا ہمراہ قرار دیا ہے. کتاب وہ ہے جس میں کسی باطل کا نفوذ نہیں ہو سکتا اور یہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہونگے اور یہ بات واضح ہے کہ کسی بھی قسم کا دین و شریعت کے مخالف عمل کا صادرہونا، قرآن کریم سے جدائی کی علامت ہے جبکہ پیغمبر اکرمﷺ نے قرآن و عترت میں عدم افتراق و جدائی کی خبر دی ہے. بنا بریں یہ حدیث عصمت اہل بیت کی روشن دلیل ہے.

پیغمبر اکرمؐ نے مختلف مقامات پر یہ حدیث اس لئے بیان کی ہے تاکہ مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام کر دیں اسی لئے آپﷺ نے مختلف امور میں گمراہی سے بچنے کے لئے قرآن و اہل بیتؑ سے متمسک رہنے کی تاکید فرمائی " (127)

(ب) مسلم بن حجاج وغیرہ کی روایت کے مطابق حضورؐ سرور کائنات نے قرآن و عترتؑ کے بارے میں وصیت و تاکید کرنے سے قبل فرمایا: "اَنا بشرٌ یُو شَکُ اَن یاتِی رسولُ رَبّی فاُجِیب" میں وہ بشر ہوں جس کی طرف فرستادہ خدا آنے والا ہے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہنے والا ہوں. اس جملہ کا بعنوان مقدمہ بیان کرنا اس امر کی علامت ہے کہ نبی کریمﷺ اپنے بعد ایسے مرجع دینی کا اعلان کرنا چاہتے ہیں جو تا قیامت ان کے وظائف و ذمہ داری کو پورا کرتا رہے لہذا شرعی ذمہ داریوں کو کماحقہ پورا کرنے کے لئے جا نشین نبیﷺ کو خود آنحضرتؐ کی طرح عصمت سے بہرہ مند ہونا چاہیے.

(ج) بعض روایات ثقلین میں قرآن کریم کے بارے میں یہ عبارت بھی نقل کی گئی ہے. ''حبلٌ مَمدُودٌ مِنَ السماءِ اِلٰی الأرضِ'' قرآن اس رسیمان کا نام ہے جو آسمان سے زمین کی طرف آویزاں ہے. آسمان، محلِ نزولِ رحمت ہے اسی لئے دعا کرتے وقت آسمان کی طرف ہاتھوں کوبلند کرنے کا حکم دیا گیا ہے.

قرآن کریم رسیمان و زنجیر کی مانند خدا اور بندے کے مابین رابطہ کا ذریعہ ہے.جو بھی اس سے تمسک کرے گا یقینا معارف الٰہی سے بہرہ مندہو گا.عترت پیغمبرؐ نیز ایسے ہی ہیں، جو بھی ان کی اقتداء کرے گا منبع فیض و کمال تک رسائی حاصل کرے گا نتیجتاً دنیا و آخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہو گا یہ بات قرآن کریم کی طرح اہل بیتؑ میں عصمت کے ضروری ہونے کی علامت ہے.

خلاصہ کلام:

یہ ہے کہ ہم اس حدیث شریف سے اس طرح استدلال کر سکتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عترت و اہل بیتؑ کو قرآن کریم کا شریک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دونوں ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگے اور مسلمانوں کی نجات صرف ان دو گرانقدر چیزوں سے متمسک رہنے سے وابستہ ہے.

سب جانتے ہیں کہ قرآن کریم نور، شفاء، رحمت، تبیان، بیان فصل الخطاب، موعظہ اور ہدایت جیسی صفات کا حامل ہے، اگر قرآن کریم کا شریک ان عظیم صفات سے عاری ہو تو پھرقرآن کا اسے شریک اور راہ نجات قرار دینا معقول نہیں ہے، کیا نور و ظلمت باہم صراطِ حق ہو سکتے ہیں؟ کیاتبیان و بیان غیر عالم کے ساتھ ہدایت کر سکتے ہیں؟

بنا بریں جس طرح کتاب الٰہی خلق پر حجت ہے، عترت و اہل بیتؑ پیغمبرؐ بھی خلق پر حجت ہیں اور ان کا ہر قول و فعل تمام مسلمانوں کے لئے دلیل و سند ہے.

مصداق اہل بیتؑ اور چند شبہات کے جوابات

اب جبکہ احادیث کی روشنی میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ عترت و اہل بیتؑ کا ہر قول و فعل قرآن کریم اور سنت نبیؐ کی طرح حجت ہے اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اہل بیتؑ نبیؐ سے کون لوگ مراد ہیں؟

مختلف دلائل کی روشنی میں ثابت کیا جا سکتا ہے کہ عترت و اہل بیتؑ سے مراد حضورؐ سرور کائنات کےبارہ برحق جانشین ہیں اور شیعہ جن کی ولایت و امامت پر ایمان و یقین رکھتے ہیں.

(1) حضرت علیؑ مصداق اہلبیتؑ

حضرت علیؑ اس حدیث شریف میں ذکر شدہ اہل بیت کے یقینی و قطعی مصداق ہیں. اگر ایک امام کے قول و فعل کی حجیت کو ثابت کر دیا جائے تو دیگر ائمہ اہلبیتؑ کی سنت کی حجت کو پہلے امام کے اقوال کے ذریعے ثابت کیا جا سکتا ہے اگرچہ دیگر ائمہ علیہم السلام کے اسماء مبارکہ بھی نبی کریمﷺ کے کلام مبارک میں بیان کر دیئے گئے ہیں. مثلاً حضرت علیؑ کے بارے میں حضورؐ سرور کائنات نے فرمایا: ''عليٌّ مَعَ القُرآن و القرآنُ مَعَ عليٍّ لن يَفتَرِقا حتَّى يَرِدا عليَّ الحوض''؛ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے [128]. حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسنادقرار دیا ہے.

(۲) مصداقِ اہل بیتؑ صرف مخصوص افراد ہیں

حدیث ثقلین میں اہل بیتؑ و عترت سے صرف مخصوص و معین افراد ہی مراد ہیں۔ انمیں امّہات المومنین، آل عقیل، آل عباس، آل جعفر یہاں تک کہ تمام آل علیؑ بھی شامل نہیں ہیں؛ کیونکہ:

۱۔ آل عقیل، آل عباس، آل جعفر اور امّہات المومنین [129] نے خود اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا ہے. کسی ایک روایت میں بھی یہ بات دیکھنے میں نہیں آتی ہے کہ حضرت علیؑ کی نسل کے گیارہ افراد کے علاوہ کسی ایک نے اپنے آپ کو ثقلین کا ایک فرد قرار دیا ہو. البتہ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے اہلِ بیتؑ یعنی پیغمبراکرمؐ کے گھرانے سے اپنے کو منسوب کرنے کا دعویٰ کیا ہو؛ لیکن کسی نے بھی اپنے کو قرآن کا شریک قرار نہیں دیا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے معارف قرآن سیکھنے کے لئے دوسرں کے سامنے زانوئے ادب طے کئے.

۲. اگر یہ سب کے سب قرآن کریم کے شریک ہوتے کہ جن کی سیرت و سنت سے تمسّک ذریعہ نجات و کامیابی ہے تو پھر انمیں آپس میں اختلاف نہ پایا جاتا کیونکہ شریک قرآن بھی قرآن کی طرح اختلاف اور رجس و پلیدی سے مصون و محفوظ ہیں.

علامہ مناوی اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں: اصحاب کساء ہی اہلِ بیتؑ پیغمبرؐ ہیں جنہیں خداوند عالم نے ہر قسم کے رجس و پلیدی سے پاک قرار دیا ہے [130].

۳. قطعا نبی کریمؐ نے اس حدیث کے بیان کے بعد اہل بیتؑ کا تعارف بھی کروایا ہے تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہونے پائے کیونکہ حضورﷺ اس موقع پر نجات کا ذریعہ بیان کررہے ہیں اگر اہل بیتؑ کا تعارف نہ کرواتے تو لوگ اس لفظ سے

سوءِ استفادہ کرسکتے تھے؛ اسی لئے جب یہ لفظ سننے کے بعد بعض اصحاب نے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور نسل حسینؑ کے ۹ امام ہیں جو قیامت تک کا سلسلہ ہے [131].

احادیث خلفائے اثناعشر درحقیقت عترت و اہل بیتؑ کے مکمل مصادیق ہی کو بیان کر رہی ہیں جنہیں فریقین کے بزرگ علماء نے نقل کیا ہے فریقین نے جابر بن سمرہ سے بھی روایت نقل کی ہے جس کے مطابق تمام خلفائے پیغمبرؐ قریش سے ہیں اور اس حدیث کے نبی کریمؐ سے صدور پر اتفاق نظر ہے [132]. جبکہ قندوزی کے نقل کے مطابق وہ سب کے سب بنی ہاشم سے ہونگے، اسی لئے سبط ابن جوزی نے حدیث ثقلین کو " ذکر الائمہ " کے عنوان سے پیش کیا ہے [133].

امام حسنؑ فرماتے ہیں:" نَحنُ حِزبُ اللهِ المفلِحُونَ وَ عترةُ رسوله المطهرون و اهلُ بیته الطیبون الطاهرون واحدُ الثقلینِ الذین خَلَّفَهُما رسولُ الله فیکم"، ہم اللہ کا لشکر اور اس کا گروہ ہیں جو فلاح یافتہ اور رستگار ہیں، ہم ہی عترت رسولؐ ہیں جنہیں ہر رجس سے پاک رکھا گیاہے اور ہم ہی اہل بیتؑ طیب و طاہر ہیں جنہیں ثقلین کا ایک جزء قرار دیا گیا ہے اور رسولِ اسلام نے ہمیں تمہارے درمیان چھوڑا ہے [134]..

بعض احادیث ثقلین میں حضرت عمر کے اس سوال کو پیش کیا گیا ہے: " جب حضورؐ سرور کائنات نے حدیث ثقلین بیان فرمائی تو حضرت عمر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! کیا آپ کے تمام اہلبیتؑ سے تمسک کریں؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا: " لا ولکن اوصیائی منهم اَوَّلُهُم اَخی و وزیری و وارثی و خلیفتی فی امتی و ولیُّ کلِو مؤمن بعدی، هو اَوَّلُهُم ثُمَّ ابنی الحسن ثم ابنی الحسین ثم تسعةٌ مِن وُلدِ الحسین واحدٌ بعدَ واحدٍ"، ہرگز نہیں، بلکہ میرے اہل بیتؑ میں سے جو میرے اوصیاء ہیں. جن میں سے اول میرا بھائی، وزیر، وارث اور امت میں میرا خلیفہ ہے، اور ہر مؤمن کا ولی ہے، اس کے بعد میرا بیٹا حسن، پھر میرا بیٹا حسین اور پھر اس کی نسل سے یکے بعد دیگرے 9 فرزند ہیں[135]

فرائد السمطین [136] وغیرہ نے ایسی ہی دیگر روایات بھی نقل کی ہیں جن میں حضورؐ سرور کائنات نے خلفائے اثناءعشر کے تمام اسماء بیان کرکے مکمل تعارف کروادیاہے. البتہ اختصار کی وجہ سے تمام ان روایات کے ذکر سے قطع نظر کر رہے ہیں.

4. اگر اہل بیتؑ کا مصداق معین کرنے میں علمائے اسلام میں اختلاف پایا جاتا ہے تو کم از کم جو چیز قدرمُتَیَقّن ہے اور جن افراد کے اہل بیتؑ ہونے پر تمام علماء اسلام کا اتفاق نظر آتا ہے وہ اصحاب کساءاور اصحاب مباہلہ ہیں جن کے بارے میں خود نبی کریمؐ نے فرمایا ہے: " اَللّٰهم هؤلاءِ اهلی [137]پروردگار یہ میرے اہل ہیں".

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کساء کے علاوہ دیگر ائمہ معصومینؑ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"هم مع القرآن و القرآن معهم لا يفارقونه ولا يفارقهم حتى يَرِدُوا عَلَيَّ الحوض"؛ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے، نہ یہ قرآن سے جدا ہونگے اور نہ ہی قرآن ان سے جدا ہو گا یہاں تک کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے (138).

3. علمائے امت مصداق عترت و اہل بیت

حقائق سے پردہ پوشی کرنے والے بعض افراد اس حدیث کی سند کے بارے میں نہایت تحقیق و جانچ پڑتال کرنے کے بعد کسی صورت اس کے صحیح السند ہونے کا انکار تو نہ کر سکے مگر انحرافی فکرو خیالات کے تابع ہونے کی وجہ سے اس کے معنی میں تحریف و تبدیلی کرنے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں. مثلاً جناب ناصر الدین البانی صاحب نہایت جانچ پڑتال کرنے کے بعد اس حدیث کو صحیح السند قرار دینے پر مجبور ہونے کے با وجود اس کے معنی میں تحریف کی سعی لاحاصل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" آیت تطہیر کی بناء پر، عترت و اہل بیت سے مراد یا امہات المؤمنین ہیں یا امت کے صالح علماء ہیں کہ جو کتاب و سنت سے متمسک ہیں" (139).

ظاہراً سب سے پہلے یہ نظریہ قاضی عبد الجبار معتزلی نے اپنی کتاب المغنی میں پیش کیا ہے.

ان کے جواب میں یہی کافی ہے:

1. آیت تطہیر کے ذیل میں ثابت کیاجا چکا ہے کہ اہل بیت صرف پنجتنؑ اصحاب کساء ہی ہیں جن میں ہرگز ازواج نبی کریمؐ شامل نہیں ہیں.

2. عترت واہل بیتؑ پیغمبرؐ سے علمائے امت کے معنی و مراد لینا لغت و اصطلاح کی صریح مخالفت ہے. کون کہتا ہے کہ عترت و اہل بیت سے مراد علمائے امت ہیں، اس قسم کا بیان و نظریہ گویا ایک قسم کی تفسیر بالرائے ہے جس کی شدید مذمت کی گئی ہے.

3. جس طرح بعض آیات دیگر آیات کی تفسیر کرتی ہیں؛ روایات بھی دیگر روایات کی وضاحت و تفسیر کرتی ہیں. حدیث ثقلین میں اگرچہ مصداق کا اعلان نہیں کیا گیا ہے لیکن احادیث کساء، اور آیت مباہلہ کی تفسیر میں وارد ہونے والی روایات میں ان کے مصداق کو روشن کردیا گیا ہے.

قرآن و اہل بیتؑ یا قرآن و سنت؟

جب ہم روایات و احادیث کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں دو طرح کی روایات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کچھ روایات وہ ہیں جن میں قرآن کریم کے ساتھ ساتھ اہل بیتؑ سے متمسک رہنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ بعض روایات میں قرآن کے ساتھ ساتھ سنت نبویؐ سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے لہذا اہل بیتؑ سے تمسک کا انکار کرنے والوں نے ان روایات کا سہارا لیا ہے مثلاً:

محمد ابو زھرہ کہتے ہیں: " وہ روایات جن میں قرآن و سنت سے متمسک رہنے کی تاکید کی گئی ہے، ان روایات کی نسبت کہ جن میں قرآن و عترت سے متمسک رہنے کا حکم دیا گیا ہے، زیادہ مؤثق اور قابل اطمینان ہیں [140]."

ان کے جواب میں ہم کہنا چاہیں گے کہ:

1. روایت "کتاب اللہ و سنتی" کی سند ضعیف و غیر معتبر ہے. یہ حدیث اہل سنت کے آٹھ علماء نے نقل کی ہے جن میں تمام روایات کی اسناد ضعیف اورقابل اشکال ہیں.مثلاً: مالک بن انس [141] اور ابن ھشام [142] نے سند کے بغیر نقل کیا ہے.

حاکم نیشا پوری نے اسے دو اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے جن میں سے ایک ابن عباس اور دوسری ابو ھریرہ پر ختم ہوتی ہے [143].

ابن عباس کے سلسلہ سند میں اسماعیل بن ابی اویس ہے جو اکثر علمائے رجال کے نزدیک ضعیف ہے.

ابو ھریرہ کی روایت میں صالح بن موسیٰ طلحی کوفی ہے جسے علمائے رجال نے ضعیف قرار دیا ہے [144].

ابو بکربیہقی نے بھی اسے دو اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے جو ابن عباس اور دوسری ابو ھریرہ پر ختم ہو رہی ہے [145]. حاکم نیشاپوری کی طرح ان کی سند بھی مخدوش وضعیف ہے کیونکہ ان میں بھی اول میں ابن ابی اویس اور دوسری میں صالح بن موسیٰ موجودہیں. اسی طرح ابن عبد البرقرطبی، [146] قاضی عیاض، [147] سیوطی [148] اور متقی ہندی صاحب نے اس حدیث کو نقل کیا ہے جن کی سند ضعیف ہے.

2. روایات قابل جمع ہیں:

اگر حدیث "کتاب و سنتی" کی سند کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی ان دونوں قسموںمیں کوئی تنافی وتضاد نہیں ہو سکتا بلکہ انہیں اس طرح جمع کیاجا سکتا ہے کہ نبی کریمؐ نے در حقیقت تین چیزوں (قرآن و سنت اور اہل بیتؑ) سے متمسک رہنے کا حکم فرمایا ہے. اور ابن حجر بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں: "حضورؐ سرور کائنات نے تین چیزوں سے متمسک رہنے کا حکم فرمایا ہے، کتاب، سنت اور اہل بیتؑ میں سے کتاب و سنت کے عالم افراد اور اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تینوں چیزیں قیامت تک باقی رہیں گی" [149].

نتیجہ

پس حدیث ثقلین کی جانچ پڑتال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ نے قرآن کے ساتھ اپنے اہل بیتؑ کو قرار دیا ہے جو قرآن کی طرح ہر خطاء و غلطی سے پاک ہیں لہذا ان کی سنت یعنی ان کا ہر قول و فعل عصمت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے اور حجت ہے۔

نیز حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اہل بیتؑ کا مکمل تعارف کروادیا ہے کہ ان میں اول علیؑ پھر امام حسنؑ پھر امام حسینؑ اور پھر ان کی نسل کے 9 امام ہی عترت و اہل بیت ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

۲. حدیث سفینہ

اہل بیتؑ کے قول و فعل اور سنت کی حجت کو ثابت کرنے والی جملہ احادیث میں سے ایک حدیث، حدیث سفینہ بھی ہے۔

جناب ابو ذرؓ نے در کعبہ پر ہاتھ رکھ کر با آواز بلند لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے لیکن جو مجھے نہیں جانتا وہ بھی پہچان لے کہ میں ابو ذر ہوں. میں نے نبی کریمؐ کو فرماتے ہوئے سنا: ''مَثَلُ اهلِ بیتی مثل سفینةِ نوح مَن رَکِبَها نَجا و مَن تَخَلَّفَ عنها غَرَق'' ؛ (150) میرے اہل بیتؑ کی مثال؛ کشتی نوحؑ جیسی ہے، جو اس کشتی میں سوار ہوجائے گا نجات پائے گا اور جو دور رہے گا ہلاک ہو جائے گا۔

یہ حدیث ہمارے مدعا پر روشن دلیل ہے کیونکہ جن اہل بیت کی ہمراہی نجات اور تخلف و جدائی، ہلاکت ونابودی کا سبب ہے، خداوند عالم کی جانب سے انکے قول و فعل کو حجت ہونا چاہیے.اس سلسلہ میں دیگر بے شمار روایات مزید پیش کی جا سکتی ہیں جو ہمارے دعوے کی دلیل ہیں مثلاً:

انا مدینة العلم و علی بابها .(151)

میں شہر علم اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں

اهلُ بیتی امانٌ لِاُمَّتی مِنَ الاختلاف (152).

میرے اہل بیتؑ؛ امت میں اختلاف سے نجات کا ذریعہ ہیں.

---

21 ۔ المعجم الوسیط:ابراہیم انیس،ص۳۱،دفتر نشر فرہنگ اسلامی،۱۴۱۲ھ

22 ۔ العین: خلیل فراہیدی، ج۴،ص۸۹؛ لسان العرب، محمد ابن منظور، ج۱،ص۲۵۳

23 ۔ المصباح المسیر: احمد فیومی،ص۳۳

24 ۔ راغب اصفہانی، معجم مفردات الفاظ القرآن،ص۲۵

25 ۔ علی اکبر بابائی، مکاتب تفسیری، ص۶۷۔۶۸

26 ۔ تہذیب الکمال، یوسف مزّی،ص۱۵۱،۲، رقم۲۴۳۸

27 ۔ سورہ آل عمران۳، آیت۷

28 ۔ نہج البلاغہ:خ۱۴۴

29 ۔ اصول کافی: کتاب الحجۃ، ج۱،ص۲۱۳، باب راسخون فی العلم

30 ۔ سورہ رعد۱۳، آیت۴۳.

31 ۔ شواہد التنزیل: عبید اللہ حسکانی، ج۱،ص۴۰۰۔۴۰۵،ح۴۲۲۔۴۲۷.

32 ۔ الکشف و البیان: احمد ثعلبی، ج۵،ص۳۰۳۔۳۰۴.

33 ۔ مناقب: احمد ابن مردویہ، ص۲۶۸، ح۴۱۵۔۴۱۶.

34 ۔ مناقب: علی ابن مغازلی،ص۳۱۳۔ح۲۵۸.

35 ۔ مناقب: محمد کوفی،ج۱، ص۲۱۷، ح۱۱۵.

36 ۔ البرہان: سید ہاشم بحرانی، ج۲، ص۳۰۲.

37 ۔ سورہ فاطر۳۵ آیت۳۲.

38 ۔ تفسیر عیاشی: ج۳،ص۱۵، ح۲۴۰۳ و ص۹۷، ح۲۵۹۶؛ بصائر الدرجات: محمد صفار، ج۱، باب۲۱، ح۱۔۵؛ مناقب علامہ ابن شہر آشوب: ج۴، ص۱۳؛ مناقب: احمد ابن مردویہ، ۳۱۱، ۵۱۰، ۵۱۱؛ شواہد التنزیل: عبید اللہ حسکانی، ج۲، ص۱۵۵، ۷۸۲.

39 ۔ الکافی: کتاب الحجۃ،ج۱، ص۲۲۶، ح۷.

40 ۔ عیون اخبار الرضا:ج۱، ص۲۲۸۔۲۲۹.

41 ۔ ترجمہ و تفسیر قرآن علامہ ذیشان حیدر جوادی، ذیل آیت۳۲ سورہ فاطر(۳۵).

42 ۔ سورہ مومن۴۰ آیت۵۳.

43۔ سورہ نحل۱۶، آیت۴۳.

44 ۔ سورہ انبیاء(۲۱) آیت ۲. "ما یأ تیهم مِن ذِکر مِن رَبّهِم مُحدَث اِلّا استَمَعُوهُ وَ هُم یَلعَبون؛ ان کے پاس ان کے پروردگار کے پاس سے کوئی نئی یاد دہانی نہیں آتی مگر یہ کہ کان لگا کر سن لیتے ہیں اور پھر کھیل تماشے میں لگ جاتے ہیں .

45 ۔ مفردات راغب:مادہ ذکر.

46 ۔ سورہ طلاق(۶۵) آیت۱۰۔۱۱.

47 ۔ سورہ نحل (۱۶) آیت۴۴.

48 ۔ سورہ حجر (۱۵) آیت۹.

49 ۔ سورہ انبیاء (۲۱) آیت ۱۰۵.

50 ۔ سورہ انبیاء (۲۱) آیت۴۸.

51 ۔ کیونکہ بیان حقائق کے سلسلہ میں اہل کتاب پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے کیونکہ:۱۔ یہ لوگ حقائق سے پردہ پوشی کرتے ہیں (مائدہ/۱۵)، ۲۔ یہ لوگ دین میں غلو سے کام لیتے ہیں(مائدہ/۷۷)، ۳۔ مومنین سے انتقام کی فکر میں رہتے ہیں(مائدہ/۵۹)، ۴۔ وہ مومنین کو کافر بنانا چاہتے ہیں(بقرہ/۱۰۹)وغیرہ۔ اسی لئے بعض روایات میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر اہلِ ذکر سے مراد اہلِ کتاب ہیں تو وہ تو ہمیں اپنے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اپنے دین کو اسلام سے افضل و برتر سمجھتے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیں: الکافی، ج۱، ص۲۱۱، ح۷ وغیرہ .

52 ۔ تفسیر عیاشی:ج۱، ص۸۵، ح۳۱ و ۳۶؛ عیون اخبار الرضا: ج۲، ص۸۷، ح۳۲، ۱۳۰، ۹؛ امالی: ج۲، ص۱۹۳، ح۴.

53 ۔ اس سلسہ میں ہم سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۷ کے ذیل میں خاطر خواہ بحث کرچکے ہیں.

54 ۔ کافی: ج۱، ص۲۱۰۔۲۱۲ و ص۲۹۳، ح۳؛ ج۸، ص۵، ح۱، ص۳۲ ذیل ح۵.

55 ۔ مرآۃ العقول: علامہ مجلسی ، ح۲، ص۴۲۷، ۴۳۱.

56 ـ کافی: ج۱، ص۲۱۱، ح۷؛ مفاتیح الاسرار: عبد الکریم شہرستانی، ص۱۹۹.

57 ـ جامع البیان طبری: ج۸، ص۱۰۹ و ج۱۰، ص۵.

58 ـ شیخ صدوق، عیون اخبار رضاؑ، ج۱، ص۲۳۱ـ۲۳۹.

59 ـ کافی: کتاب الحجۃ، ص۲۱۰، ح۱.

60 ـ تفسیر نور الثقلین، ج۳، ص۵۵ـ۵۶.

61 ـ تفسیر نور الثقلین، ج۳، ص۵۵ـ۵۶.

62 ـ تفسیر نور الثقلین، ج۳، ص۵۵ـ۵۶.

63 ـ احقاق الحق: ج۳، ص۴۸۲، بر بنائے نقل تفسیر نمونہ ذیل آیت۴۴ سورہ نحل.

64 ـ شیعہ مصادر و منابع: بصائر الدرجات: ج۱، باب۱۹، مرحوم ابو جعفر صفار(۲/۲۹۰)؛ محمد جواد محمودی، ترتیب الامالی: ج۱، ص۳۴، ح۹۲ و ۶۰۹، ح۵۶۲ و ج۳، ح۱۰۹۷ و ص۲۰۸، ح۱۲۴۴ و ۱۲۵۵؛ تفسیر علی بن ابراہیم قمی، ج۲، ص۶۸؛ تفسیر عیاشی: ج۲، ص۱۱، ح۲۹ـ۳۲؛ مصادر و منابع اہل سنت: عبد اللہ حسکانی، شواہد التنزیل، ج۱، ص۴۲۲ـ۴۳۷، ح۴۵۹ـ۴۶۴؛ احمد ثعلبی، الکشف و البیان، ج۶، ص۲۷۰؛ محمد ابن جریر طبری، جامع البیان، ج۸، ص۱۰۹ و ج۵/۱۰؛ محمد ابن سلیمان کوفی(از علمائے زیدیہ،چوتھی صدی ہجری) مناقب، ج۱، ص۱۵۱، ح۷۱.

65 ـ سورۃ احزاب (33)، آیت 33.

66 ـ تفسیر کبیر، ج 25، ص 209، تفسیر مراغی، ج 22، ص 7.

67 ـ تفسیر کبیر، ج 25، ص 209، تفسیر مراغی، ج 22، ص 7.

68ـ تفسیر کبیر ، ج 8 ص 80.

69 ـ منھاج السنۃ، ج5، ص13

70 ـ صواعق محرقہ، ص85

71 ـ صحیح مسلم، ج7، ص130

72 ۔ صحیح ترمذی، ج5، ص656، کتاب المناقب

73 ۔ موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی، ج۱۰، ص28، تفسیرالمیزان، ج16، ص317

74 ۔ مجمع الزوائد: ج9، ص167؛ الدر المنثور: ج5، ص198؛

75موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی: ج10، ص28؛ المیزان: ج16، ص317

76 ۔ تہذیب التہذیب: ج6، ص186؛ میزان الاعتدال: ج2، ص572؛ الجرح والتعدیل: ج5، ص254؛ الضعفاء و المتروکین: ج2، ص40

77 ۔ آیت التطہیر: محمدمہدی آصفی، ص64۔ 54

78 ۔ مزید معلومات کے لئے رجوع فرمائیں: اھل بیت فی آیۃ التطہیر جعفر مرتضی عاملی درا الامیر للثقافۃ و العلوم، بیروت 1413ھ ق، ص255، عربی و آیۃ التطہیر، محمد مہدی آصفی

79 ۔ منابع اہل سنت: سنن ترمزی، ج5، ص622، ح3786 و ص 663، ح3788؛ مستدرک: ج3، ص109۔110؛ ابن ابی عاصم، السنۃ: ص629، ح1553، ص630، ج1558؛ ابن حنبل، مسند: ج17، ص 161، ح11104؛ سلیمان طبرانی، العجم الکبیر: ج3،ص65۔67، ح 2678،2680،2681و ج5، ص166، ح4971؛ ابن حمید، مسند: ص107، 108، ح240۔ مصادر شیعہ: شیخ صدوق، کمال الدین: ج1، ص234، باب22، ح۴۴۔62؛ محمر جواد محمودی، ترتیب المالی: ج3، ص158، ح1210 و ص160۔162، 1213۔1215 وغیرہ۔

80 ۔ صحیح مسلم، ج7، ص122

81 مسند احمد، ج5 ص181

82 ۔ صحیح ترمذی: ج5، ص621

83 ۔ مستدرک حاکم، ج3، ص110

84 ۔ محمد جواد بلاغی، تفسیر آلاء الرحمن، ج1، ص44

85 ۔ الصواعق المحرقۃ، ص89،90

86 ۔ ایضاً، ص124

87 ۔ المطالب العالیہ: ابن حجر عسقلانی، ج4، ص56؛ صواعق محرقہ: ص75؛ مجمع الزوائد: ج9، ص139؛ کنز العمال: ج15، ص144، طبع حیدر آباد

88 ۔ ینا بیع المودہ، ص34

89 ۔ ایضاً

90 ۔ ایضاً؛ حلیۃ الاولیاء، ج9، ص64؛ صحیح مسلم، ج7، ص122، 123.

91 ۔ مجمع الزوائد: ج9، ص163؛ احیاءالمیت در حاشیہ الاتحاف بحب الاشرف، ص274.

92 ۔ تذکرۃ الحفاظ، ج3، ص902؛ طبقات سبکی؛ ج3، ص276

93 ۔ التقیید و الایضاح: ص24؛ تدریب الراوی، ج1، ص144

94 ۔ صحیح سنن ترمذی؛ ج3، ص543، ح3788؛ صحیح الجامع الصغیر: ج1، ص842،ح2457

95 ۔ المطالب العالیۃ، ج4، ص65،3972

96 ۔ الصواعق المحرقۃ: ج2، ص428، ح2457

97 ۔ اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ج9، ص379

98 ۔ المعرفۃ و التاریخ: ج1، ص536

99 ۔ ینا بیع المودۃ: ص259

100 ۔ سیر اعلام النبلاء، ترجمہ احمد بن حنبل

101 ۔ مختصر التحفۃ، ص52

102 ۔ بربنائے نقل کنز العمال، ج، ص379، ح1165

103 ۔ بنابر نقل سیوطی در "مسند علی" ص192، ح6050

104 ۔ صحیح صفۃ صلاۃ النبیؐ، ص29

105 ۔ المستدرک علی الصحیحین، ج3، ص118، ح4576

106 ۔ تفسیر ابن کثیر: ج4، ص122؛ البدایۃ والنھایۃ: ج5، ص228

107 ـ السیرۃ النبویۃ، ج4، ص416

108 ـ محاسن التأویل: ج4، ص307

109 ـ مجمع الزوائد: ج1، ص170، ج9، ص256

110 ـ تھذیب اللغۃ: ج2، ص246

111 ـ جواہر العقدین: ص236

112 ـ فیض القدیر

113 ـ الفتح الربانی بترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی: ج1، ص186

114 ـ اھل البیت: ص77ـ80

115 ـ تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیں. کتاب "مرجعیت دینی اہلبیتؑ و پاسخ بہ شبہات" استاد علی اصغر رضوان، ص125

116 ـ لسان العرب، مادہ ثقل

117 ـ الصواعق المحرقۃ، ص۹0

118 ـ قاموس المحیط، مادہ ثقل،

119 ـ لسان العرب، مادہ ثقل

120 ـ الصواق المحرقۃ، ص۹0

121 ـ فیض القدیر:ج 2، ص174

122 ـ دراسات اللبیب

123 ـ المرقاۃ فی شرح المشکاۃ، ج5، ص600

124 ـ صحیح شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ص654

125 ـ الصواعق المحرقۃ، ص149

126 ۔ جواہر العقدین، ص244

127 ۔ الصواعق المحرقۃ، ص149

128 ۔ اہل البیت، فاطمۃ الزہراء، ص75

129 ۔ حاکم نیشا پوری، مستدرک، ج3، ص124؛ محمد ذہبی، تلخیص مستدرک، ج3، ص124؛ موفق خوارزمی، مناقب، ص110؛ ابن حجر، الصواعق المحرقۃ، ص122؛ حموئی، فرائد السمطین، ج1، ص177، ح140؛ ابن مردویہ، مناقب، ص117، ح143، 144؛ محمد جواد محمودی، ترتیب الامالی، ج4، ص216۔ 218، ح1796۔ 1798 وغیرہ

130 ۔ مسلم: ج۴، ص۱۸۷۳، ح۲۴۰۸

132 ۔ فیض القدیر: ج۳، ص۱۴؛ تذکرۃالخواص: ۳۲۲

133 ۔ حموئی، فرائدالسمطین، ج۱، ص۳۱۲۔۳۱۸، ح۲۵۰؛ ابن عقدہ، الولایۃ، ص۲۰۲؛ کمال الدین، ج۱، ص۲۴۴، ۲۴۵

134 ۔ صحیح مسلم: ج6، ص102، ج12، ص443، صحیح بخاری: کتاب الاحکام، باب الامراء من قریش، ح7139؛ شیخ طوسی، الغیبۃ ص88، نعمانی، ص75.

135 ۔ تذکرۃ الخواص: ص322

136 ۔ ایضاً، ص198

137 ۔ فرائد السطمین، ج1، ص317

138 ۔ فرائد المسطین، ج2، ص312، ح562 و ص133، ح431

139 ۔ حاکم نیشا پوری، مستدرک، ج3، ص150، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، ج4، ح2404، سنن الترمذی، ج5، ص225،ح 2999، 638، ح3724، احمد نسائی، خصائص، ص33،34، ح11، احمد بیہقی، سنن کبری، ج3، ص63، احمد بن حنبل، مسند، ج3، ص160، ح608.

140 ۔ کافی: کتاب الحجۃ، ج1، ص191، ح5؛ احمد بن عقدہ، الولایۃ: ص199، حموئی، فرائد السمطین: ج1، ص314، ح250

141 ۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ، ج4، ص359، 360

142 ۔ الامام الصادق: ابو زہرہ، ص201

143 ۔ مؤطا مالک با شرح سیوطی: ج2، ص208

144 ۔ سیرہ ابن ھشام: ج4، ص603

145 ۔ مستدرک حاکم، ج1، ص93

146 ۔ تہذیب التھذیب، ج1 ، ص271، ج4، ص354

147 ۔ السنن الکبری ، ج10، ص114

148 ۔ التھمید ابن عبدالبر

149 ۔ الالماع فی ضبط الروایہ و تقیید السماع، ص8، 9

150 ۔ مناوی، فیض القدیر، ج3، ص240

151 ۔ الصواعق المحرقہ، ص148

152 ۔ المستدرک: ج3، ص105؛ کنز العمال: ج6، ص216، ص250؛ حلیۃ الاولیاء: ج4، ص306

تیسری فصل

تفسیر قرآن میں قول صحابہ کی قدر و منزلت

آغاز کلام

صحابی کی لُغوی تعریف:

''صُحُبۃ''یا ''صحبت'' لغت میں معاشرت و ملازمت کے معنی میں استعمال ہوا ہے [153] جسکا جمع اِسم فاعل؛ صحِب، اصحاب اورصحابہ ہے۔ ماہر لُغت جناب راغب اِصفہانی، مفردات کلمات قرآن میں رقمطرازہیں کہ عرفِ عام میں صاحب اسی کو کہا جاتاہے جو کسی کے ساتھ کثرت سے پایا جاتا ہو [154]

بنابرایں پیغمبر اسلامﷺ کے صحابی ہونے کا اِطلاق اسی فرد پر ہوسکتا ہے جو ان کے ساتھ کثرت سے معاشرت و ملازمت رکھتا ہو چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، شائستہ ہو یا تباہکار، مومن ہویا منافق وغیرہ، کیونکہ اس تعریف کے مطابق جیسا کہ جناب فیومی نے بھی کہاہے ''یعنی صحابی وہ ہے جو پیغمبرِ اسلامﷺ کی صحبت میں زیادہ رہا ہویا انہیں دیکھاہو'' [155]

صحابی کی اصطلاحی تعریف:

اصولیّین ومحدثین اہلِ سنّت کا اتفاق نظر ہے کہ صرف مسلمان ہی پر صحابی کا اطلاق کیاجاسکتاہے.

صحابی، اہلِ سنّت علمائے اصول کی نگاہ میں:

اہلِ سنّت حضرات سے تعلق رکھنے والے علمائے اصول صحابی کی اِسطرح تعریف بیان کرتے ہیں: ''ھُوَ کُلُّ مَنْ لَقِیَ النَّبِی مُومِناً بِہِ وَلَا زِمَہ زمناً طَوِیلاً حَتَّی صَارَ یطلق علیه اِسم الصَاحب عرفاً'' [156]

صحابی اسے کہتے ہیں جوطویل عرصے تک نبی کریمﷺ کے ساتھ رہا ہو اور انکی پیروی کرتے ہوئے اوامر و دستورات الٰہی پر عمل پیرا ہو.

صحابی، اہلِ سنّت علمائے اہلِ حدیث کی نگاہ میں:

''الصحابی مَنْ لَقِیَ النَّبِی مُومِناً بِہ وَمَاتَ عَلی الِاسْلَام'' [157]

صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریمﷺ سے ملاقات کی ہو اورمسلمان ہی دنیا سے گیا ہو.

صحابی کی تعریف اور اس کے مصداق کو بیان کرنے کے لئے یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ شخص بھی صحابی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کو درک کیا ہو چاہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو ۔[158]

بخاری نے مِسور ابنِ مخرمہ جیسے افراد سے روایت نقل کی ہے کہ جنہوں نے فقط سنِ بلوغ سے قبل پیغمبرِ اسلام کی زیارت کی تھی۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے بلوغ کی شرط بھی نہیں لگائی ہے، اور صحابہ کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں بہت سے صحابہ صغار کے نام دیکھنے میں آئے ہیں بلکہ بعض علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں انکے صغیر ہونے کی تصریح کی ہے جیسے الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، ابنِ حجر عسقلانی؛ الاستیعاب، ابنِ عبدالبر اور اسدلغابۃ، ابنِ اثیر وغیرہ، ان سب کی نظر کے مطابق" مِسور" ہجرت سے دوسال قبل پیدا ہوئے تھے۔

صحابی اور شیعہ نقطہ نظر

صحابی کے اصطلاحی معنی کے بارے میں شیعہ نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ ایک شرعی اصطلاح نہیں ہے بلکہ جدیداصطلاح ہے کیونکہ:

اولاً: اہلِ سنّت کی بیان کردہ اصطلاحی تعریف پر کوئی قرآنی و روائی دلیل موجود نہیں ہے۔

ثانیاً: اہلِ سنّت کی بیان کردہ اصطلاحی تعریف کے برخلاف قرآن کریم میں یہ لفظ لغوی معنی ہی میں کثرت سے استعمال ہوا ہے یعنی یہ لفظ کسی شخص کی کسی فرد یا مکان سے وابستگی میں استعمال ہوا ہے، حتّی کہ کسی انسان کی حیوان کے ساتھ ہمراہی اورمومن کی کافر کے ساتھ ہمراہی کے معنی میں استعمال ہواہے مطلب کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل مثالوں پر غور کیجئے۔

× (اَلَم تَرَ کیفَ فَعلَ رَبُّکَ بِاَصحابِ الفِیل) ۔[159]

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

× (وَمَا صَاحِبکُم بِمَجنُون) [160]

اورتمہاراساتھی پیغمبرؐ دیوانہ نہیں ہے۔

× (وَ مَاضلّ صَاحبکُم وَ مَا غویٰ) ۔[161]

تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہواہے نہ بہکاہے۔

×(قَالَ لَه صَاحبُه وَهُوَ یُحَاوِرُهُ اَکَفَرْ تَ بِا لّذِی خَلَقَکَ مِنْ تُرابٍ ثُمَّ مِن نُطفَةٍ ثُمّ سَوَّاکَ رَجُلاً) ۔[162]

اسکے ساتھی نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تو نے اسکا انکار کیا ہے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا ہے پھر نطفہ سے گزارا ہے اورپھر ایک باقاعدہ انسان بنادیاہے۔

×(وَاضْرِبْ لَهُم مَثلاً اَصْحَابَ القريَة اِذ جائَهاالمرسلوُن) ۔[163]

اورپیغمبرؐ آپ ان سے بطور مثال اس قریہ والوں کا تذکرہ کریں جن کے پاس ہمارے رسول آئے.

نتیجہ:

مندرجہ بالا آیات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن میں:

اولاً : لفظ ''اصحاب'' لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اور اگرچھ لوگ کسی حیوان کے ہمراہ تھے جیسے اصحاب فیل (ہاتھی والے) تو قرآن مجید نے انہیں اس ہاتھی کا اصحاب قرار دیا ہے، اسی طرح کافرکو مومن کا صحابی کہا ہے جیسے سورہ کہف کی سینتیسویں آیت میں آیاہے۔

ثانیاً: یہ لفظ مضاف استعمال ہوا ہے جیسے صاحبکم، صاحبہ، حتیٰ روایات میں بھی بغیر مضاف کے استعمال نہیں ہواہے بنابرایں اصطلاح اہلِ سنّت ''من لقی النّبی مومناً به وَمَاتَ عَلی الِاسْلَام'' میں لفظ اصحاب کی قرآن وحدیث اورلغت سے کوئی تائید نہیں ہوتی.

قول صحابہ کی قدر و منزلت

صحابہ کے قول کی ارزش واہمیت اوراسکی قدرومنزلت کے بارے میں خود اہلِ سنّت میں اختلافِ نظر پایا جاتاہے، بعض حضرات، صحابہ کے قول کو حجت مانتے ہیں اورکچھ حجت تسلیم نہیں کرتے ہیں. مثلاً ابوحنیفہ کہتے ہیں:

''اِذَالَم اَجد فِی کِتَابِ الله وَلَا فِی سُنّة رسوُل الله اَخَذْتُ بِقولِ اَصحابِه فَاِذا اختَلَفَتْ آرا ؤُهم فِی حکمِ الواقعة الواحدةِ اَخَذْتُ بِقولِ مَنْ شئتُ واَدْع مَن شئتُ''[164]

جب مجھے کتاب خدا اورسنّتِ رسول اللهؐ میں کوئی مسئلہ نہیں ملتا تو میں صحابہ کے قول سے استفادہ کرتا ہوں اوراگرکسی مسئلہ میں خود صحابہ کی آراء میں اختلاف نظر آتا ہے تو پھر جسکا قول چاہتاہوں انتخاب کرلیتا ہوں اورجس کا قول چاہتا ہوں ترک کردیتا ہوں.

ابنُ القیم ''اعلام الموقعین'' میں کہتے ہیں:''اِنَّ الأُصولَ الاَحكامِ عِندَ الِامامِ احمدخَمْسَة: الاَوّلُ النص، والثَانِی فَتْوَی الصَّحابِی،فَعَمَلُ الصَّحابی عَلی خِلاَ فِ عمومِ القُرآنِ دَلِیل عَلی التَخْصِیصِ وَقَولُ الصَّحابی بِمَنْزِلَةِ عَمَلِه''

امام احمد کے نزدیک اصول احکام پانچ ہیں اول: نص، دوئم: فتوی صحابہ پس عموماتِ قرآن کے برخلاف صحابہ کا عمل ان عمومات کو تخصیص کردیتاہے (یعنی اگرقرآن کسی چیز کے بارے میں عمومی حکم دے لیکن صحابہ اس کے برخلاف عمل انجام دیں تو ان کے اس عمل سے قرآن کے عمومی حکم کا دائرہ محدود ہوجاتاہے) اورصحابہ کا قول بھی انکے عمل ہی کی مانند ہے ۔ (16)

یادرہے کہ بعض کُتب اہلِ سنّت میں مذہب صحابی؛ ادلّہ و منابع احکام میں سے ایک دلیل و منبع کی حیثیت سے موردِ بحث و گفتگو قراردیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سلقینی اپنی مشہور و معروف کتاب" اَلْمیسرفِیْ اصول الْفِقْه الِاسْلامی" میں قولِ صحابہ کی حجیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

علمائے اہلِ اصول، رائے و عقل اور اِجتہاد کے ذریعہ درک نہ ہونے والے امور میں صحابی کے قول کو حجت مانتے ہیں اورعلمائے حدیث انکے قول کو بعنوان حدیث موقوف تسلیم کرتے ہیں جو حدیث مرفوع کا حکم رکھتی ہیں۔

اسی طرح علمائے علم اصول ایک صحابی کے قول کو دوسرے صحابی کے لئے حُجت نہیں مانتے ہیں ۔ (166)

عدالتِ صحابہ کے بارے میں اقوال

علمائے اہلِ سنّت کے درمیان صحابہ کرام کی عدالت کے بارے میں تین مختلف نظریات پائے جاتے ہیں:

1. بعض حضرات صحابہ کو کافر مانتے ہیں جیسے فرقہ کاملیہ (167)۔

2. دوسرا گروہ وہ ہے جو تمام صحابہ کومطلق العنان عادل مانتے ہیں اور اس بات کو جائز نہیں مانتے ہیں کہ کوئی انکی روایات کی تکذیب کرے. کیونکہ وہ پیغمبرؐ اسلام کے ہم نشین رہے ہیں لہٰذا اس فضیلت کی بناء پر کسی بھی طرح انکی تکذیب جائز نہیں ہے.

مزنی اس بارے میں کہتے ہیں: "کلّھم ثقة مؤتمن" ،(169) یہ سب کے سب ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں: "عدالة الصحابة ثابتَةومعلومَة" ،(170) صحابہ کی عدالت ثابت شدہ اور معلوم ہے۔

ابنِ حزم کا کہنا ہے : "الصحابة کلّھم من اھلِ الجنّة قطعاً" ، (171) یقیناً تمام صحابہ اہلِ بہشت ہیں۔

ابن عبد البر ،(172) ابن اثیر ،(173) اور غزالی (174) وغیرہ نے بھی اِس موضوع کی تصریح کی ہے۔

۳. سعد تفتازانی ،(175) مازری (176)(شارح برھان)، ابنِ حماد حنبلی ، (177) شوکانی (178) وغیرہ اور متاخرین میں شیخ محمد ابوریّہ ،(179) شیخ محمد عبدہ ،(180) سید محمد ابنِ عقیل العلوی ،(181) سیدمحمد رشید رضا ، (182) شیخ محمد مقبلی (183) اورشیخ مصطفی صادق رافعی (اعجازِ

قرآن میں) وغیرہ کا یہ نظریہ ہے کہ صحابہ بھی خطاء واشتباہ سے محفوظ نہیں ہوتے ہیں، ان کے درمیان بھی عادل و غیر عادل افراد پائے جاتے ہیں یہ نظریہ بالکل شیعہ نقطہ نظر کے مطابق ہے۔

دلائل موافقین

چونکہ اہلِ سنّت حضرات کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، اگرکوئی شخص اِن میں سے کسی ایک فرد کی تکذیب یا توہین کرتاہے تووہ زندیق ہے ۔[184] لہٰذا یہ حضرات اپنے اس عقیدہ کوثابت و پابرجا کرنے کے لئے تین دلیلیں پیش کرتے ہیں:

1. قرآن 2. سنّت 3. عقل

1.قرآن:

تمام فرق اسلامی اور مکاتبِ فکر اپنے اپنے نظریات و آراء اور عقائد کو اصلی اور ذریعہ نجات ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کی آیات کا سہارالیتے ہیں کیونکہ قرآن وہ عظیم آسمانی کتاب ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اوراگرکوئی نظریہ یا عقیدہ قرآنی اصولوں کے مطابق ہو تو دیگر نظریات کا باطل ہونا ثابت ہوجاتاہے لہٰذا تمام فرقے یہ ہی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کے ذریعے اپنے نظریات کو لوگوں کی نگاہ میں ثابت کرنے میں کامیاب ہوجائیں، اسی نقطہ نظر کو بنیاد بناتے ہوئے ان حضرات نے جو تمام صحابہ کوعادل اورانکے قول کو ہر قیمت پر حجت مانتے ہیں، انہوں نے پہلے مرحلے میں قرآن کی آیات کے ذریعے اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

1.آیت امت خیر:(كُنتُم خيرَ امّةٍ اُخْرِ جَتْ لِلنَّاس تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْف و تنْهونَ عن المنكر و تُومِنُونَ بِاللهِ)[185]

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کیلئے منظرِ عام پر لایا گیاہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اہلِ سُنّت حضرات، سُنّت اور قولِ صحابہ کی حُجیت کوثابت کرنے کے لئے اس آیہ کریمہ کا سہارالیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ کی روشنی میں یہی حضرات بہترین امت ہیں جو ان کی عدالت، سنّت اورقول کی حُجیت ثابت کرنے کے لئے روشن دلیل ہے۔

جواب :

اولاً: اس آیہ کریمہ میں تفضیل (فضیلت) نسبی ہے یعنی یہ اُمت مسلمہ، گذشتہ اُمتوں کی نسبت بہترین ہے لیکن ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس اُمت کے درمیان کوئی گناہگار و خطاکار موجود نہیں. جس طرح اگر کسی کلاس یا ٹیم کے بارے میں کہاجائے کہ یہ اس سے بہتر ہے تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوتا کہ اس کلاس یا ٹیم میں کوئی خطاکار نہیں ہے.

ثانیاً: اس آیہ کریمہ میں امربالمعروف و نہی عن المنکر کو ''خیر'' کی عِلّت قرار دیا گیاہے لہٰذا کیا ایسے افراد اس آیت کا مصداق بن سکتے ہیں جونہی ازمنکر نہیں کرتے بلکہ خودبھی منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں جیسے شرب خمر اور جنگ سے فرار کے مرتکب ہوئے ہوں!؟

ثالثاً: جیساکہ آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ آیہ کریمہ میں لفظ صحابہ استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ لفظ اُمّت استعمال ہواہے جو صحابہ اورقیامت تک آنے والے اُمّت کے تمام افرادکوشامل کرتاہے.

اگر آپ یہ دعویٰ کریں کہ آیت میں کیونکہ لفظ کُنتُم مخاطب کا صیغہ استعمال ہواہے لہٰذا اِس سے صرف صحابہ ہی مراد ہیں.

تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اگر صیغہ خطاب، صحابہ سے مخصوص کیاجائے تو پھرتمام خطابات قرآنی کو صحابہ سے مخصوص کرنا چاہیئے اور دین اور اسکے احکامات کو صحابہ سے مخصوص سمجھنا چاہیئے جیسے اقِیموا الصّلوٰۃ ، اٰتو الزکاۃ ، اعلموا انّما غنتم من شئيٍ، وغیرہ.

اوراگرآیت کو تخصیص کیاجائے اورصرف مخاطبین مرادلی جائے تو نزولِ آیت کے وقت تمام صحابہ آنحضرتﷺ کے مخاطب نہ تھے. بنابرایں آیت اخص از مدعا ہوجائیگی یعنی آیت صرف مخاطبین کے بارے میں ہے جبکہ آپ تمام صحابہ پر اطلاق کررہے ہیں.

نیزصرف آیات مدح میں ہی خطابات قرآنی کو صحابہ پر تطبیق کیوں کرتے ہیں جبکہ مذمت میں نازل ہونے والی آیات میں بھی تو خطاب موجود ہے؟!

علامہ ذیشان حیدر جوادیاعلی اللہ مقامہ اس آیہ کریمہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں: پروردگارعالم نے اُمّتِ اسلامیہ کو بہترین اُمّت بناکرپیداکیاہے لیکن اسکی بہتری کی تین علامتیں قراردی ہیں لوگوں کے فائدے کے لئے کام کرے، نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے منع کرے اور ان سب کے پیچھے جذبہ ایمان باللہ ہو.

اب اگر ایسا نہیں ہے تو اُمّت کہے جانے کے قابل نہیں ہے اورجو اس قانون پر شرت سے عمل پیرا رہے گا وہ اسی قدرخیراوربہتری کا حامل ہوگا اوراسی لئے بعض روایات میں ائمہ معصومین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انکی تمام تر زندگی امربالمعروف ونہی عن المنکر میں بسر ہوئی ہے اورانہوں نے قاتلوں کو بھی نیکیوں کاحکم دیاہے اور قریب ترین دوستوں کو بھی برائیوں سے روکاہے۔

۲.آیت امت وسط: (وَکَذَالِکَ جَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً وَسَطاً لِتَکُونُوا شُهَدَاءَ عَلیٰ النّاسِ وَ یَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیکُمْ شَهِیداً)

اور تحویل ِ قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی اُمّت قراردیاہے کہ تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور پیغمبرؐ تمہارے اعمال کے گواہ رہیں۔[186]

اہلِ سُنّت کا استدلال

خداوندِ عالم نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے انہیں اُمّت وسط قراردیا ہے اور اُمّت وسط یعنی امن، عدل اور معتدل ہے۔ نیز فرمایا کہ ہم نے تمہیں دیگر لوگوں پر گواہ قرار دیا ہے لہٰذا انہیں عادل ہونا چاہیئے تب ہی تو یہ لوگوں پر گواہ قرارپائیں گے۔

جواب استدلال

اوّلاً: آیت میں اُمّت کا تذکرہ کیاگیاہے جس میں صحابہ و غیرصحابہ سب شامل ہیں. لہٰذا پوری اُمّت اسلامی کو صرف اُمّت وسط ہونے کے ناطے عادل قرا ر نہیں دیا جاسکتا اوراگر یہاں موجود لفظ کُم یعنی کلمۂ خطاب کی وجہ سے آیت کو صرف صحابہ سے مختص کردیا جائے تو پھر تمام خطابات قرآنی کو صحابہ سے مخصوص کرنا چاہیئے!

ثانیاً: نزول ِ آیت کے وقت تمام صحابہ موردِ خطاب پیغمبرؐ نہ تھے.

۳.آیت رضی الله: (لَقَدَ رَضِیَ اللهُ عَنِ المؤ مِنِینَ اِذ یُبَایعُونکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ)

یقیناً خدا صاحبان ایمان سے اس وقت راضی ہوگیا جب وہ درخت کےنیچے آپکی بیعت کررہے تھے ۔[187]

استدلال اہلِ سُنّت

اس آیت کریمہ میں خداوندِ عالم نے بیعتِ رضوان کے موقع پر صحابہ سے رضایت کا اعلان کیا ہے اور اللہ کی رضایت انکی عدالت کی دلیل ہے۔

تبصرہ

اولاً: اگر اس آیت کریمہ کو آپ کے دعوے کے مطابق عدالت کی دلیل تسلیم کرلیا جائے تب بھی یہ صرف اصحاب بیعتِ رضوان کی عدالت کی دلیل قرارپائے گی اور بقولِ بخاری یہ اصحاب فقط 1400 افراد تھے حالانکہ صرف حجۃ الوداع میں تقریباً 100000 اصحاب پیغمبرؐ موجود تھے جب کہ خواتین اورصاحبان عذر کی ایک بہت بڑی تعداد مدینہ اور دیگر شہروں سے اس حج میں شرکت سے قاصر رہی تھی. لیکن اس کے باوجود اگر مسلمانوں کی مجموعی تعداد 1،1400 فرض کرلی جائے تب بھی آیت نے صرف ایک فیصد لوگوں کو شامل کیا ہے یعنی آپ اس آیت کو تمام صحابہ کی عدالت کی دلیل قراردے رہے ہیں جب کہ آپکی دلیل صرف ایک فیصد؛ بلکہ اس سے بھی کم مقدار کو بیان کررہی ہے!

ثانیاً: اس آیت کریمہ میں مومنین سے رضایت کا اعلان ہورہا ہے۔ لہٰذا اگر ان میں کوئی منافق موجود ہو تو یہ آیت اس کی عدالت کی دلیل نہیں بن سکتی. کیونکہ اس آیت میں تمام لوگوں کے ایمان کا اعلان نہیں کیا گیا ہے اور خداوند عالم نے فرمایا ہے: (وَمِنَ النّاس مَن يَقُولُ اٰمَنَّا بِاللهِ وَبِاليَومِ الآخِرِ وَمَاهُم بِمُؤمِنِين) [188].اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں اور بیعتِ شجرہ میں عبد اللہ ابنِ عبید جیسے منافق بھی موجود تھے اور سنن ترمذی و مستدرک الصحیحین، باب مناقب علی اور باب معرفۃ الصحابہ میں بالترتیب پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرتﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: '' لَا يُحِبُّکَ اِلّا مُومِن وَلَا يُبغِضُکَ اِلَا مُنَافِق '' لہٰذا اس کی روشنی میں حضرت علیؑ سے دشمنی رکھنے والا منافق ہے.

ثالثاً: یہ آیت واضح طور پراعلان کررہی ہے کہ خداوندِ عالم اصحابِ بیعت سے اسی وقت تک راضی رہا جب تک کہ وہ فاسق نہ بنے اس لیے کہ اس نے دوسرے مقام پر واضح اعلان کردیا ہے کہ:(فَاِنَّ اللهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِين) [189] خدا فاسق قوم سے راضی ہونے والا نہیں ہے.

یہ آیتِ کریمہ اس بات کی علامت ہے کہ خداوندِ عالم جن لوگوں سے راضی نہیں ان سے تمہیں بھی راضی ہونے کا حق نہیں ہے.

رابعاً: (فَمَنْ نَکَثَ فَاِنَّمَا يَنْکُثُ عَلٰى نَفْسِه وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيه اللهَ فَسَيُؤ تِيهِ اَجْراً عَظِيماً) [190] پس جو شخص اللہ کی بیعت کو توڑدیتا ہے وہ اپنے ہی خلاف اقدام کرتا ہے اورجو عہدِ الٰہی کو پورا کرتا ہے خدا عنقریب اسی کو اجرِعظیم عطا کریگا.

4.آیت معصیت: (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ اَشِدّآءُ عَلیٰ الكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَینَهُمْ...) [191]. محمد ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں اورجو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں وہ کفّار کے لیے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں.

استدلال اہلِ سنّت

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اس طرح استدلال کیاجاتاہے کہ اس میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھیوں کی فراواں مدح و ستائش کی گئی ہے لہٰذا یہ انکی عدالت کی بہترین دلیل ہے، خصوصاً آیت کے آخر میں ان کی مغفرت اوراجرِعظیم کا وعدہ کیا گیا ہے اورفرمایا ہے: (وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مَغفِرَةً وَاَجْراً عَظِیماً)

جواب:

1. یہ بات یاد رہے کہ " مَعِیّت " کے معنی دیدار نہیں ہیں کیونکہ آپ تو صحابی ہونے کے لیے دیدارِ نبی ﷺ کو بھی کافی سمجھتے ہیں. حالانکہ لُغت کے اعتبار سے فقط صاحبِ دیدار کو صحابی نہیں کہا جاتا.

2. اگر " مَعِیّت " یعنی ہمراہی سے مراد مَعیتِ جسمی لی جائے تب بھی اس سے متعارف معیت جسمی مراد لی جائے گی لیکن اگر کسی حساس و خطرناک موقع پر نبی کریمؐ کو تنہا چھوڑکر راہِ فرار اختیار کی جائے تو اسے معیت قرار نہیں دیاجاسکتا.

3. معیت کا مفہوم صحبت اور صحابیت سے کہیں زیادہ دقیق و عمیق ہے اوریہی وجہ ہے کہ صحابیت خدا پرصادق نہیں آتی ہے لیکن معیت کے اعتبار سے وہ بھی صابرین اور مُتقین کے ساتھ ہے جیساکہ ارشاد ہوتا ہے: (اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنْ)،(اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الّذینَ اتقُوا وَ الَّذِینَ هُم مُحسِنُون) یاد رہے کہ صحابیت ایک مادی رشتہ ہے اور معیت ایک معنوی تعلق ہے جوہرصحابی کو حاصل نہیں ہوسکتا.

4. یہ بات مکمل طور پر واضح ہے کہ قرآن کریم کی آیات میں تناقُص نہیں پایا جاتاہے لہٰذا اگرکسی آیتِ کریمہ کے اس طرح معنی کیے جائیں کہ یہ معنی دیگر آیات سے متناقض ہوجائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے آیت کے معنی سمجھنے میں غلطی کی ہے.

پس اگر آپکے عقیدے کے مطابق اس آیت کے معنی کیے جائیں اورکہا جائے کہ تمام وہ افراد اس آیت کے مصداق ہیں جو جسماً پیغمبر اسلامﷺ کے ہمراہ تھے اورآپس میں نہایت مہربان تھے تو یہ تفسیر اس آیت سے معارض و مخالف ہوجائے گی جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ (وَاِن طَا ئِفَتَینِ مِنَ المؤمِنِیْنَ اقْتَتَلُوا فَاَصْلِحُوابَینَھُمَا)؛ اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جھگڑاکریں تو تم سب ان کے درمیان صلح کراؤ. جب ہم اس آیت کریمہ کی شانِ نزول پر نگاہ ڈالتے ہیں تو صحیح بخاری کتاب الصلح باب اوّل میں ملاحظہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں (صحابہ) کے دو گروہ آپس میں دست و گریبان ہوئے "وَ تَضَارَبُوا بالجرِیدَۃ وَ الایدی والنعال" یہاں تک کہ لاٹھی، ہاتھ اور نعلین تک نوبت آگئی. کیا اس روایت کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ نہایت مہربان تھے؟

5. قرآن کریم کبھی بھی مسلّم واقعہ ہونے والے واقعات کے برخلاف کلام نہیں کرتا لہٰذا کیا یہ ممکن ہے کہ قرآن کریم پیغمبر اسلام کیساتھ جسماً رہنے والے تمام افراد کے بارے میں اس طرح اظہارِ خیال کرے کہ یہ سب آپس میں مہربان تھے حالانکہ جنگِ صفین و جمل اورنہروان تاریخ کے مسلّم اور قطعی واقعات میں سے ہیں جن میں دونوں طرف متعدد صحابہ موجود تھے. اس سلسلے میں آپ کیا کہیں گے؟ کیا قرآن کریم ان تاریخی مسلّمات کا انکارکرنا چاہتاہے یا یہ کہنا چاہتاہے کہ انکی باہمی جنگ و جدال اِنکے باہمی رحم دل اورمہربان ہونے کے منافی نہیں ہے ؟!

6. لُغت و عرف اورقرآن کریم میں " معیت " دومعنی میں استعمال ہوا ہے.

الف)معیّت ظاہری: یعنی کسی کا کسی کے پاس موجود ہونا، چاہے اس کے ہم فکر ہو یا نہ وہ جیسے " وَھُوَ مَعَکُمْ اَینَمَا کُنْتُمْ...؛ اور تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے.

ب) معیّتِ معنوی : یعنی کسی کا ہم عقیدہ اور اسکا یاور و مددگار ہونا ہے. ارشاد ہوتا ہے (اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقُوْ والَذِیْنَ ھُمْ مُحسِنُون) بے شک اللہ ان لوگوں کیساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو نیک عمل انجام دینے والے ہیں.

پس آیت پر غورکرنے سے صرف انہی افراد کومعیّت نبویﷺ کا مصداق قراردیاجاسکتاہے جو نبی کریمؐ کے ہم فکر، انکے یاور و مددگار اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربان ہوں.

خُلاصہ ونتیجۂ کلام

پیش کردہ آیات کے علاوہ بھی حضرات اہلِ سُنّت تمام صحابہ کی عدالت کومطلق طور پر ثابت کرنے کے لیے دیگرمتعدد آیات سے بھی استفادہ کرتے ہیں لیکن آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ ان کے ان استدلالات میں کوئی قوت اور جان نہیں ہے بلکہ آیات سے

ان کا مدعا ثابت نہیں ہے جب کہ اس نظریئے کی نفی میں اور بہت سی آیات پیش کی جاسکتی ہیں جنہیں ہم بطور اختصار اگلے صفحات پر پیش کریں گے۔

2. سنّت:

قولِ صحابہ کی حُجیت کوثابت کرنے کیلئے مختلف احادیث کا سہارا لیاگیا ہے جیسے:

''لَا تَمَسُّ النارُ مُسلماً رآنی او رَأَی مَن رآنی '' (192)

جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا اسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا، آتشِ جہنم اسے ہرگز مس نہ کرے گی۔

اسکے علاوہ اوربہت سی روایات اس مدُعا کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی گئی ہیں ۔(192)

تبصرہ:

کسی بھی حدیث پر عمل کرنے کے لیے اسے صحیح وسقم کے اعتبارسے جانچنا ضروری ہے لہٰذا دو اعتبار سے اسکی جانچ پڑتال کی جاتی ہے یعنی یہ حدیث، سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کے علاوہ متن کے لحاظ سے بھی مشکلات سے دوچار ہے (193).

نقد سندی: اس حدیث کے سلسلے میں وارد ہوا ہے کہ یہ حدیث جابر بن عبد اللہ انصاری سے نقل کی گئی ہے اور اس کے تین راوی یحییٰ بن حبیب عربی، موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر انصاری اورطلحہ بن خراش ہیں۔

اہلِ سنّت کے عظیم عالم تواںا ابنِ حجر عسقلانی اپنی مشہور و معروف کتاب تہذیب التہذیب میں موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر انصاری کے بارے میں تحریر کرتے ہیں: قال ابنِ حبان: '' کان یَخُطیٔ '' یعنی ابنِ حبان کہتے ہیں کہ وہ خطاکار تھا۔

اورطلحہ بن خراش کے بارے میں لکھتے ہیں: ابُو موسیٰ نے اسے معرفۃ الصحابۃ کے ذیل میں ذکر کرکے کہا ہے کہ اس کی حدیث مرسل ہے (194).

جب کہ اس حدیث کے بارے میں خود یحییٰ کا کہنا ہے:

هٰذا حَدِیث حسن غَرِیب لَا نَعرِفُہ اِلَّا مِن حَدِیث موسیٰ بن ابراھیم الانصاری، یہ حدیث حسن، غریب ہے کہ جسے ہم نے موسیٰ بن ابراہیم کے علاوہ کسی اور سے نہیں پایا ہے۔

دلالتِ متنی: اگر سند کے اعتبار سے اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے صحیح نہیں ہوسکتی کیوں کہ اس روایت کو پڑھ کر یا سُن کر کون عاقل اس بات کو تسلیم کرے گا کہ ایک امرِ غیر اختیاری عذاب جہنم سے نجات کا

ذریعہ قرار پائے کہ جس کی بناء پر پیغمبر اکرمؐ کو دیکھ کر چند ہزار افراد جنتی قرارپائیں یعنی صرف حضورﷺ کا دیدار مہم ترین معیار فضیلت و ذریعہ نجات بن جائے چاہے اس نے ان کی پیروی بھی نہ کی ہو! جب کہ آج کا مسلمان چاہے راہ خدا میں جتنی زحمتیں برداشت کرے، عبادات میں مشغول رہے اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جس نے حضورﷺ کا ہر چند ایک لحظہ دیدار کیا ہو! یہ بات کوئی عاقل قبول کر ہی نہیں سکتا۔

اگراس روایت کو قبول کرلیا جائے تو پھر یزیدبھی بہشتی ہوجائے حالانکہ کونسا سنگین جرم تھا جو یزید نے نہ کیا ہو! قتلِ نفس، شرب خمر، قماربازی، زنا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ قاتلِ حسینؑ ہے. تمام شیعہ و سنی علماء نے اسے موردِ نفرین و لعن قراردیا ہے اورجہنمی تسلیم کیا ہے اس حدیث کو قبول کرنے کی بناء پر یہ بھی بہشتی ہوجائے گا کیوں کہ اس نے اسے دیکھا ہے جس نے پیغمبرﷺ کو دیکھا ہے.

3. عقل:

اہلِ سنّت حضرات نے جہاں قولِ صحابہ کی حُجیت کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کی آیات اورپیغمبر اکرمﷺ کی احادیث کا سہارا لیا ہے وہیں اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے عقلی دلیل بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے. اور اس سلسلہ میں انکا خیال یہ ہے کہ کیوں کہ اصحاب، آیات کریمہ کے اسباب نزول سے واقفیت رکھتے تھے، احکام پیغمبرِؐ اسلام کے شاہد تھے، اصولِ احکام سے مطلع تھے اور عربی زبان پر مکمل تسلّط رکھتے تھے اس بناء پر ان کا قول، حق وصواب سے نزدیک ہے ۔[195]

تبصرہ:

عقل ہی یہ بات بتاتی ہے کہ تمام اصحاب کے لئے یہ کہنا غلط ہے کہ وہ سب کے سب اسبابِ نزول سے واقف تھے اور احکامِ اسلامی سے آشنا تھے جبکہ بہت سے مواقع پر حقیقت اسکے برخلاف تھی جس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا.

دلائلِ مخالفین

شیعہ اوربعض اہلِ سنّت حضرات اس نظریے (تمام صحابہ عادل ہیں اور انکا ہر قول حُجت ہے) کو مختلف دلائل کے ذریعے رد کرتے ہیں مثلاً:

1. عقل:

عقل کسی غیر اختیاری امر(جیسے پیغمبر اسلامؐ) کے دیدار کو معیارِ فضیلت قرار نہیں دے سکتی کیوں کہ قرآن کا فرمان ہے:

(اِنَّ اکرمَکم عنداللّٰہِ اتقٰکُم)

اور دوسری جگہ ارشادہوتاہے:

(فَمَن یَعمَل مِثْقَالَ ذرّۃٍ خیراً یَّرہ)

اس کے علاوہ دیگر بہت سی آیات میں ایمان و عمل صالح کو معیار فضیلت قرار دیاہے تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ صرف آنحضرتﷺ کے دیدارکے ذریعے کسی شخص کو اتنی فضیلت حاصل ہوجائے کہ پھر چاہے وہ عملِ صالح انجام دے یا نہ دے وہ عادل ہوجائے اور اسکا قول حُجت بن جائے؟!

2. قرآن:

یہ نظریہ قرآن کریم کی ان بہت سی آیات کے برخلاف ہے جن میں بعض صحابہ کی مذمت کی گئی ہے اور انہیں اہلِ نفاق قراردیا ہے جیسے:

1. سورہ بقرہ آیات 8 تا 20

2. سورہ توبہ(9) آیت25

(لَقَدْ نَصَرَ کُم اللّٰہُ فیِ مَواطِنَ کَثیرَۃٍ وَ یَومَ حُنینٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ فَلَنْ تُغْنِ عَنْکُم شیئاً وَضاقَتْ عَلیکُمْ الاَرْضُ بِمَارَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیتُم مُدبِرِیْنَ)

”بیشک اللہ نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی ہے اورحُنین کے دن بھی جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز تھا لیکن اس نے تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اورتمہارے لئے زمین اپنی وُسعتوں سمیت تنگ ہوگئی اور اس کے بعد تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے“.

فتح مکہ کے بعدبنی ہوازن وثقیف نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ایک عظیم لشکر تیار کیا. رسول اکرمﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ بھی دس ہزار انصار و مہاجرین اور دو ہزار نو مسلم (ابوسفیان اور معاویہ) جیسے افراد کولے کر روانہ ہوگئے. کفار نے درّہ پر قبضہ کرلیا اورمسلمانوں کے پہنچتے ہی تیر بارانی شروع کردی. مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے، صرف دس افراد باقی رہ گئے: علیؑ، عباس، فضل بن عباس، مُغیرہ بن الحارث، زید بن اسامہ، ایمن بن ام ایمن وغیرہ، عباس نے مسلمانوں کو آواز دی، اے بیعتِ شجرہ والو!

اے سورہ بقرہ والو! واپس آجاؤ۔

علامہ شرقاوی نے کتاب محمد رسول الحریۃ میں لکھاہے کہ ابوسفیان وغیرہ جنگ کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کو فرار پر آمادہ کرنے کے لئے ساتھ لگ گئے تھے۔

آیت نے مجموعی طور پر کسی بھی شخص کا نام لئے بغیر فرار کا تذکرہ کیا ہے اورظاہر سی بات ہے فرارکرنے والے کوئی غیر نہیں بلکہ وہ افراد تھے جو رسول اسلامﷺ کے لشکر میں شامل تھے، جنہوں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہﷺ کو دیکھا اور ان کی صحبت وہمنشینی اختیارکی تھی۔

آیتِ کریمہ کی روشنی میں واضح طور پر کہاجاسکتا ہے کہ جنگ سے فرار گناہانِ کبیرہ میں سے ہے نیز فرمانِ رسالتؐ سے سرپیچی ہے اورپیغمبر اکرمؐ کو ایسے حساس اورخطرناک موقع پر جانی دُشمنوں کے نرغے میں تنہا چھوڑنے کے مترادف ہے۔ اب اگر خداوندِعالم بفرض ان کے اس رویے سے چشم پوشی کرتے ہوئے ان کے گناہ کو معاف کردے تو بھی یہ معافی انکی عدالت اورا نکے عدمِ ارتکابِ فسق کی دلیل قرار نہیں دی جاسکتی۔

پس اِن مذکورہ آیات کی روشنی میں کہ جن میں سے بعض آیات میں عذاب کی وعید بھی دی گئی ہے، کیا صرف پیغمبرؐ کا دیدار صحابہ کو مطلق طور پر عادل اوراہلِ بہشت میں سے قراردے سکتاہے؟ اورکیاصرف دیدارِ پیغمبرؐ کسی بھی شخص کے قول و فعل کو مطلق طور پر حُجت قراردے سکتاہے؟!

3. سورہ توبہ(9) آیات39۔38

(یَا اَیُّھَا الذینَ اٰمنُوْ مَا لَکُم اِذَا قِیلَ لَکُم انْفِرُو فِی سَبِیل اللہ اثَّا قَلتُم اِلیٰ الأرضط اَرَضِیتُم بِالحَیَاۃِ الدُنیا مِن الآخِرَۃج فَمَتَاعُ الحَیوۃِ الدُنیَا فِی الآخِرۃ اِلَّا قَلِیل۔ اِلَّا تَنفِرُوْ یُعَذِّبْکُم عذاباً اَلیماً۔ وَیَستبدِل قوماً غَیرکُم وَلَا تضرّوہ شَیٔاًط واللہ علی کُلِ شیٔ قدیر)

"ایمان والو! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہاگیا کہ راہِ خدا میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا سے راضی ہوگئے ہو؛ تو یادرکھو کہ آخرت میں اس متاع زندگانی دنیا کی حقیقت بہت قلیل ہے اگر تم راہِ خدا میں نہ نکلو گے تو خدا تمھیں دردناک عذاب میں مُبتلا کریگا اورتمہارے بدلے دوسری قوم کولے آئیگا اورتم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے ہو کہ وہ ہر شی پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

شانِ نزول:

ابنِ عباس وغیرہ سے نقل کیاگیا ہے کہ یہ آیات جنگِ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں.

جب اسلام کی شوکت کو دیکھ کر روم کے بادشاہ ہرقل نے اسلام پر حملہ کا ارادہ کیا تو پیغمبر اکرمؐ نے لشکر سازی کا حکم عام دیدیا اور 30 ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوگئے. روایات اسلامی میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر اکرمﷺ معمولاً جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنے تمام جنگی اہداف و مقاصد اورراز و رموزمسلمانوں پر آشکار نہیں فرماتے تھے تاکہ فوجِ اسلام کے اسرار دُشمن تک نہ پہنچنے پائیں. لیکن آنحضرتﷺ نے جنگِ تبوک کے موقع پر صراحت کے ساتھ اس بات کا اعلان کردیا تھا کہ اس وقت ہمارا مقابلہ کسی عام گروہ یا قبیلہ سے نہیں ہے بلکہ دنیاکی بڑی طاقت روم سے ہے کیوں کہ رومیوں سے جنگ کرنا، مکے کے مشرکوں یا خیبر کے یہودیوں سے جنگ کرنے کی طرح آسان کام نہیں تھا اسکے علاوہ مدینہ اور روم کی سرزمین کے درمیان فاصلہ بھی بہت زیادہ تھا [196] اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ گرمی کا موسم تھا جو غلات و پھلوں کے اُتارنے کا موسم تھا یہ تمام امور مسلمانوں کو جنگ میں شریک ہونے اورپیغمبرؐ کی اطاعت سے روک رہے تھے.

یہ شان نزول بطور اجمال مختلف مفسرین مثلاً طبری،فخررازی اور آلوسی نے روح المعانی میں نقل کی ہے.

پس بنابر ایں پیغمبراکرمﷺ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والے کس طرح واجب الاطاعت ہوسکتے ہیں؟!

۴.سورہ توبہ(9)46،47.

(وَلَو اَرادُوا الخروجَ لَاعَدُّوا لَہُ عُدَّۃً وَلَکِنْ کَرِہَ اللہُ اِنبِعَاثھُمْ فَثَبَّطَھُمْ وَقِیْلَ اقْعُدوُا مع القَاعِدِیْنَ. 4 لَوخَرَجُوا فِیْکُمْ مَازَادُوکُم اِلّا خَبَالاً وَلَا اَوضَعُوا خِلٰلَکُمْ یَبْغُونَکُمُ الْفِتنَۃَ ج وَفِیْکُم سَمّٰعُونَ لَھُمط وَاللہُ عَلِیم بِالظّٰلِمِینَ)

"یہ اگر نکلنا چاہتے تو اس کے لئے سامان تیارکرتے لیکن خدا ہی کو ان کا نکلنا پسند نہیں ہے اس لئے کہ اس نے ا نکے ارادوں کوکمزوررہنے دیا اوران سے کہاگیا کہ اب تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو".

اگریہ تمہارے درمیان نکل بھی پڑتے تو تمہاری وحشت میں اضافہ ہی کردیتے اورتمہارے درمیان فتنہ کی تلاش میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے اور تم میں ایسے لوگ بھی تھے جو انکی سننے والے بھی تھے اوراللہ تو ظالمین کو خوب جاننے والا ہے.

چند کلمات کے معانی:

عدّہ : سامان جہادہے.

انبعاث: جہاد کے لئے نکلنا ہے.

خبال: رائے میں اِضطراب کا نام ہے.

فتنہ: یہاں فتنہ سے مراد دین میں شُبہات پیداکرناہے، جو منافقین کا قدیمی شعاررہاہے.

یہ آیات پیغمبر اکرمﷺ کے ساتھ موجودلوگوں کے بارے میں واضح طور پر بیان کررہی ہیں کہ یہ لوگ صرف باتیں ہی بناتے ہیں اگریہ اپنے قول میں سچے ہوتے اور پیغمبر اکرمﷺ کے سچے پیروکار اور چاہنے والے ہوتے اور جہاد میں شرکت کے لئے تیار ہوتے تو جہاد میں شرکت کے لئے آمادگی کرتے، اسلحہ، تیروتبر، گھوڑے وغیرہ فراہم کرتے لیکن ان میں کسی قسم کی آمادگی اور تیاری کے آثار موجود نہ تھے اسی لئے خداوندِ عالم کو کہنا پڑا کہ اگر یہ لوگ نکلنا چاہتے تو اس کے لئے سامان تیارکرتے. اب جبکہ ان میں جہاد کے کوئی آثارموجود نہ تھے اور وہ ذہنی طور پر جہاد میں شرکت کے لئے تیار نہ تھے تو بعد والی آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کردیا ہے جہاد میں اس قسم کے افرادکی عدم شرکت پر کوئی غم نہیں بلکہ خوشی و اطمینان کا سبب ہے کیوں کہ یہ لوگ جنگ نہ کرتے بلکہ لوگوں کو مُنحرِف کرنے میں سرگرمِ عمل رہتے.

اور پھر آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کررہی ہے کہ ان لوگوں کا کام تو یہ ہی ہوتا لیکن خود پیغمبرﷺ کے ہمراہ اصحاب میں کچھ ایسے بھی موجود تھے جو ان کی باتوں پر فوراً یقین کرلیتے اور حق سے منحرف ہوجاتے. آیت نے سمّٰعون کہہ کر ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے سماع اس شخص کو کہتے ہیں جو بغیر غور و فکر کے کسی کی بات سن کر فوراً قبول کرلیتا ہے.

حیرت کی بات ہے کہ ایسے افرادکے ہوتے ہوئے سارے اصحاب پر کس طرح اعتبارکرلیا جاتا ہے.

5. سورہ تُوبہ (9)49.

(وَمِنْهُم مَنْ يقولُ ائذِنْ لِی وَلَا تَفتِنِّيط اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُواط وَاِنَّ جهنَّم لَمُحِيطَةٌ بَالكَافِرِينَ)

”ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دے دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے تو آگاہ ہوجاؤ کہ یہ واقعاً فتنہ میں گر چکے ہیں اور جہنم تو کافرین کو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے“.

مفسرین کا اتفاق ہے کہ جنگِ تبوک کے موقع پر جدبن قیس(رأس المنافقین)نے رسول اکرمؐ سے اجازت چاہی کہ مجھے معاف کردیں میں ایک جنس زدہ آدمی ہوں رومی عورتوں کو دیکھوں گا تو مبتلائے گناہ ہوجاؤں گا. قدرت نے اس موقع پر آیت نازل کرکے واضح کردیا کہ یہ فقط بہانہ بازی ہے یہ جہاد سے فرارکرنا چاہتے ہیں اوریہ خود انکے فتنے میں پڑنے کی دلیل ہے.

منافقین کا طرزِ عمل یہ رہتا ہے کہ اولاً (جہاد) راہِ خدا سے فرار کرتے ہیں اور پھر جب میدانِ جہاد تک آجاتے ہیں تو اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کا نقصان ہوجائے اور کفر کو فتح و کامرانی حاصل ہوجائے اور سادہ لوح عوام کو یہ سمجھاتے رہتے ہیں کہ اس جہاد میں نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ اگر مسلمانوں کو نقصان پہنچ جاتاہے تو اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ ہم نے انہیں حالات کے پیشِ نظر میدان کا رُخ نہیں کیاتھا.

آیت ِ کریمہ نے اس مہمل بات کا یہ جواب دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرحال میں فائدہ ہی فائدہ ہے وہ زندہ رہتے ہیں تو فاتح ہوجاتے ہیں اورمرجاتے ہیں تو شہید کہے جاتے ہیں. نقصان صرف کُفار کے لئے ہے جنہیں دُنیا میں بھی رُسوائی اور آخرت میں بھی عذابِ الیم کے علاوہ کچھ نہیں ملتا ہے.

کیا ایسے منافق بہانہ تراش اور حکمِ خدا و رسولﷺ سے واضح طور پر روگردانی کرنے والوں پر بھی عدالت کا اطلاق کیا جاسکتا ہے؟

6. سورہ توبہ(9)54.

(وَلَا یَاتُون الصّلوٰۃ اِلّا وَ ھُمْ کسالیٰ وَلَا یُنفِقُوْن اِلّا وَ ھُمْ کٰرِھُون)

"اور یہ نماز بھی سُستی و کسلمندی کے ساتھ پڑھتے ہیں. اور راہِ خدا میں کراہت و ناگواری کے ساتھ خرچ کرتے ہیں".

7. سورہ توبہ 56.

(وَیَحْلِفُونَ بِاللهِ اِنَّھُمْ لَمِنْکُمط وَمَا ھُمْ مِنْکُمْ وَلٰکِنَّھُمْ قوم یَفرَقُونَ)

"اور یہ لوگ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ لوگ بزدل ہیں".

8. سورہ توبہ (9)76.

(فَلَمَّا اٰتٰھُمْ مِنْ فَضْلہ بَخِلُوا بِہ وَتَولَّوا و ھُم مُعْرِضُوْن)

" اس کے بعد خدا نے جب اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بُخل سے کام لیا اور کنارہ کش ہوکر پلٹ گئے".

9. سورہ توبہ (9)آیت 101.

(وَمِمَّنْ حَولَکُمْ مِنَ الاَعْرَابِ مُنَافِقُونط وَمِنْ اَھْلِ المدِیْنَۃِ مَرَدُوا عَلیٰ النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُھُمط نَحْنُ نَعْلَمُھُمط سَنُعَذِّبُھُمْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّونَ اِلیٰ عَذَابٍ عَظِیْمٍ)

"اورتمہارے گرد دیہاتوں میں بھی منافقین ہیں اور اہلِ مدینہ میں تو وہ بھی جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم انکو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں عنقریب ہم ان پر دُہرا عذاب کریں گے اسکے بعد یہ عذابِ عظیم کی طرف پلٹادیئے جائیں گے".

توضیح:

آیت واضح طورپر بیان کررہی ہے کہ نبی کریمﷺ کے اِرد گِرد اور مدینہ میں منافقین موجود تھے لہٰذا مطلق طور پر نبی کریمﷺ کے پاس اُٹھنے بیٹھنے حتیٰ صرف آپ کو دیکھنے والے افراد پر صحابیت کا اطلاق کس طرح مناسب ہوسکتاہے؟ اور کس طرح ان تمام افراد کو عادل مانتے ہوئے ان کے ہر قول و فعل کو تفسیرِ قرآن کے لیے حُجت قرار دیاجاسکتا ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مُنافقین کو کس طرح پہچانا جائے؟ تو اسکے لیے خود رسول اکرمﷺ نے ایک بہترین معیار و میزان مُعین فرمایا ہے جسے مختلف کُتب احادیث و روایات نے اپنے دامن میں محفوظ کرلیا ہے کہ آنحضرتﷺ نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہوکر فرمایا : "لَا یُحِبُّکَ اِلَا مُومِن وَلَا یُبغِضُکَ اِلّا مُنَافِق [197].اے علیؑ صرف مومن ہی تم سے محبت کرے گا اورمنافق تم سے بُغض رکھے گا. اس موقع پر سعید بن خدری سے روایت کی گئی ہے: " مَاکُنَّا نَعرِف المُنَافِقِین عَلیٰ عهدِ رَسوُ اللہ اِلَّا بِبُغْضِهِم عَلِیاً.ہم عہدِ نبیﷺ میں منافق کو بغضِ علیؑ کے ذریعے پہچان لیتے تھے.

نیز قرآن کریم نے منافق کی ایک اور بھی پہچان بیان کی ہے ارشاد ہوتا ہے: (وَاللہ یَشْهَدُ اِنَّ المُنَافِقِینَ لَکٰذِبُونَ) [198].اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں، اورپیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "آیة المنافق ثلاثة: اِذَا حَدَّثَ کَذِبَ وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَ اِذَا ئتَمَنَ خَانَ؛ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کریگا تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کریگا تو پورا نہ کریگا اور امانت میں خیانت کریگا ـ[199] اس مقام پر ایک لمحہ فکریہ، یہ بھی ہے کہ جنگِ تبوک (9ہجری) تک مدینہ اور اسکے اطراف میں منافقین بھرے ہوئے تھے تو ۱۱ ہجری میں یہ سب کہاں چلے گئے اور وفاتِ رسولﷺ کے بعد سارا مدینہ اہلِ حل و عقد کا شہرکس طرح بن گیا اور سارے بزم نشین عادل کس طرح قرار پاگئے؟

نیز آیت میں دہرے عذاب کا تذکرہ کیا گیا ہے. عذابِ آخرت سے پہلے دو عذاب سے مُراد دنیا کی رُسوائی اورقبر کا عذاب ہے یا عالمِ احتضار اور قبر کا عذاب ہے ـ [200]

10. سورہ جمعہ (62) آیت ۱۱

(وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَ نِ انفضُّوا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَائماً ط قُلْ مَا عِنْدَاللهِ خيرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللهُ خَيْرُالرَّازِقِيْنَ)

" اور اے پیغمبرﷺ! یہ لوگ جب تجارت یا لہو و لعب کو دیکھتے ہیں تو اسکی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا کھڑا چھوڑ دیتے ہیں آ پ ان سے کہہ دیجئے کہ خدا کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کھیل اور تجارت سے بحرحال بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے"۔

بخاری نے جابربن عبداللہ انصاری سے نقل کیاہے: " قَا لَ اقبلَ عيرہ وَ نحنُ معاً النّبِی فثار النّاس الّا اثنا عشر رَجُلاً فا نزل الله: اذا رَاَ وْا تجارَةً او لهواً انفضّوا اليها وتَركوکَ قَائماً"۔

حضور اکرمؐ خطبہ پڑھ رہے تھے اورمالِ تجارت کا قافلہ آگیا تو بارہ افراد کے علاوہ سب بھاگ کھڑے ہوئے تو اللہ کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئی ۔(201)

اب غور کیجئے کہ پیغمبر اکرمؐ کوچھوڑکر لہو و لعب (حرام) کی طرف دوڑکرجانے والے ایسے صحابہ کوکیوں کر بطورمطلق عادل کہا جاسکتا ہے. اس موقع پر آنحضرتﷺ نے فرمایا: اگریہ مختصرلوگ بھی چلے جاتے تو آسمان ان لوگوں پر سنگ بارانی کرتا ۔(202)

11. سورہ آلِ عمران(3)153.

(اِذ تُصِدوُنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلیٰ اَحَدٍ وَ الرَّسُولُ يَدعُوكُمْ فِيْ اُخرٰلكُمْ فَاثَابَكُمْ غَمّاً بِغَمٍّ)

"اس وقت کو یاد کرو جب تم بلندی پر جا رہے تھے اور مڑ کرکسی کو دیکھتے بھی نہ تھے جب کہ رسولﷺ تمہیں پیچھے کھڑے آواز دے رہے تھے جس کے بدلے میں خدا نے تمہیں غم کے بدلے میں غم دیا"۔

بخاری لکھتے ہیں: "براء بن عازب نے بیان کیا: جَعَلَ النَّبِیُّ صلی اللهُ علیه وَسَلّم عَلیَ الرِّجَالة يَومَ اُحدٍ عبدَالله بنِ جُبيرٍ، وَاقْبَلُوامنهزمِينَ، فَذاک، اِذيَدْعُوهُمْ الرَّسُولُ فِيْ اُخراهُم ، وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَبِی صلَّی الله علیه وسَلّم غَيرُ اِثنَی عَشَررَجُلاً"۔(203)

یہ اصحاب ہی کا لشکر تھا جسے پیغمبر اکرمؐ کھڑے آواز دے رہے تھے اوروہ حضورﷺ کی طرف مڑکربھی نہ دیکھتے تھے اور انہیں مشرکین کے نرغے میں، برستے تیروں اورچلتی تلواروں کے درمیان تنہا چھوڑ کر اپنی جان بچاکر بھاگے چلے جارہے تھے.اورصرف بارہ 12 افراد نبی کریمﷺ کے ساتھ رہ گئے تھے.

ایسے اصحاب کی عدالت و وثاقت کے بارے میں آپ خود ہی فیصلہ کرلیجئے!

توجہ: علامہ ذیشان حیدرجوادی اس آیہ کریمہ کے ذیل میں بیان فرماتے ہیں، میدانِ احد کی داستان بھی بڑی عجیب وغریب ہے ابھی صرف چند دن گذرے ہیں کہ مسلمانوں نے پروردگار کی طرف سے غیبی تائید کا مشاہدہ کیا ہے.ایمان و اخلاص کے اثرات دیکھے ہیں. ملائکہ کی فوج آسمانی نصرت کے نتائج کا احساس کیاہے اور یکبارگی اتنا بڑا انقلاب آگیا کہ ذراسا مالِ غنیمت دیکھ کر رسول اکرمﷺ کاحکم بھول گئے. سردارِ لشکر کونظرانداز کردیا. شیطان کی آوازپر لبیک کہہ بیٹھے. ظاہر ہے کہ ایسی قوم کا انجام ایسا ہی ہونا چاہئے کہ اسے وقتی ذلت بھی نصیب ہو اور اسکی بد عملی کا تذکرہ قرآنِ حکیم میں محفوظ بھی کرلیاجائے.

یہ بات بھی انتہائی حیرت انگیز ہے کہ جنگِ احد میں لشکرِ کفّار کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی، عملبردار لشکر طلحہ بن عثمان تھا جس نے آواز دی کہ سچے مسلمان ہو تو مجھے جہنم میں بھیجو یا میری تلوار سے جنت میں جاؤ. جس پر حضرت علیؑ نے ایک ہی وار میں اسکے پاؤں کاٹ دیئے اور وہ گھوڑے سے گرپڑا پھر اس کی فریاد پر چھوڑبھی دیا کہ یہ علیؑ کے مخصوص رحم وکرم کا تقاضا تھا پھر جنابِ حمزہ نے ایسا جہادکیا کہ بالہ آخرشہیدہوگئے. مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو کفار کے کمانڈر خالدبن ولید نے دوبارہ حملہ کردیا اور جنگ کا نقشہ بدل گیا، رسول اکرمﷺ زخمی ہوگئے ہندہ نے جنابِ حمزہ کا کلیجہ چبایا اورآج عالمِ اسلام میں ابوسفیان، خالدبن ولید اور ہندہ عظیم کردار کی حیثیت رکھتے ہیں اور حضرت علیؑ اور حضرت حمزہ گویا ناقابلِ ذکر شخصیتیں ہیں بلکہ اتباع معاویہ کی نظر میں تو قابلِ سب و شتم ہیں.

فعلى الاسلام بعده السلام.

3. رِوایات

شیعہ کُتب میں مرقوم روایات سے قطع نظر خود اہلِ سُنّت کی معتبر کتابوں میں کثیر التعداد روایات اس بے بنیاد نظریہ (کہ تمام صحابہ مطلق العنان عادل ہیں اور ان کا ہر قول و فعل حُجت ہے) کی مخالف و معارض نظر آتی ہیں بلکہ ان میں واضح طور پر بعض اصحاب کی مذمت کی گئی ہے، مثلاً :

1. ''اِنَّ فِی اصحَابِی اِثنَا عشر مُنَافِقاً [204]

میرے اصحاب میں بارہ افراد منافق ہیں.

یہ حدیث واضح طور پر بیان کررہی ہے کہ میرے تمام اصحاب خالص مومن نہیں ہیں بلکہ ان میں کچھ منافق لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو بظاہر میرے اصحاب ہونے کا دعویٰ کررہے ہیں لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہے۔

پس حضور نے بعض افراد کے نفاق کی طرف اشارہ کردیا ہے اور قرآن نے منافقین کے لئے عذاب الیم کا وعدہ کیا ہے لہذا اس اصول کی روشنی میں تمام اصحاب کو عادل قرار نہیں دیاجاسکتاہے۔

2.'' اَلشِرکُ اَخفیٰ فِیکُم مِنْ دَبِیبِ النَّمْلِ '' ۔[205]

شرک انکے اندر چیونٹی کی چال چل رہا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوجاتاہے کہ شرک انکے دلوں میں پوشیدہ تھا اور قرآن کریم نے مشرکین کے لئے جہنم کے عذاب کا وعدہ کیا ہے لہٰذا یہ حدیث بھی انکے نظریہ کو باطل قرار دے رہی ہے۔

3.''اِنَّ مِن اَصحَابِی مَنْ لَا یَرانِی بَعدِی وَلَا اَرادہ'' [206]

میرے کچھ اصحاب ایسے بھی ہیں جنہیں میں اپنے دُنیا سے چلے جانے کے بعد ہرگز نہ دیکھوں گا اور نہ ہی وہ مجھے دیکھیں گے۔

اس حدیث سے واضح ہوجاتاہے کہ اصحاب میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو بظاہر صحابی ہونے کا دعویٰ کررہے ہونگے لیکن دنیا میں ان کا ساتھ چھوٹ جائے گا اور وہ ہرگز بہشت میں داخل نہ ہوسکیں گے۔

4. '' لَا تَرجَعُوا بَعدِی کُفّاراً ''[207] دیکھو! میرے بعد کافر مت ہوجانا۔

5. ''جَعَلَ النَّبِیُّ صلی اللّهُ علیه وَسَلّم عَلَیَ الرِّجَالة یَومَ اُحدٍ عبدَالله بنِ جُبیرِ، وَاقْبَلُوامنهزمِینَ، فَذاک، اِذیَدْعُوهُمْ الرَّسُولُ فِیْ اُخراهُم ، وَلَمْ یَبْقَ مَعَ النَبِی صلَّی الله علیه وسَلّم غَیرُ اِثنَی عَشَرَرَجُلاً'' [208]

6. بخاری نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے نُقل کیا ہے : اَقْبَلَت عِیرٌ یَومَ الْجُمعَةِ وَ نَحْنُ مَعَ النَّبِی فَثَار النَّاس اِلّا اثْنیٰ عَشَرَ رَجُلاً فَا نزَلَ اللّهُ و اذَا رَأَو تِجَارَةً اَو لَهْوًا نْفَضُّو اِلَیْهَا''... [209]

ان دونوں روایات کے سلسلے میں گذشتہ صفحات پر آیات کے ذیل میں توضیحات پیش کی جاچکی ہیں لہٰذا یہاں تکرار کی وجہ سے گُریز کررہے ہیں۔

7. دیگرمتعدد روایات:

دیگر متعدد رویات میں بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن بعض اصحاب کو حوضِ کوثر کے پاس سے پیغمبر اکرمؐ سے جدا کردیا جائیگا اور جب پیغمبرؐ اسکی علّت پوچھیں گے تو جواب آئے گا " لَا تَدْرِی مَا احْدَثُوا بَعْدَکَ"، کہ آپؐ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپؐ کے بعد کیا کیا اعمال انجام دیئے ہیں ۔[210]

اور ایسی ہی بہت سی روایات اس نظریئے کی نفی کررہی ہیں خصوصاً گذشتہ حدیث رؤیت سے مکمل معارض ہیں کہ صرف دیدار پیغمبرؐ کی وجہ سے کوئی بھی شخص ہر لحاظ سے قابلِ اتباع و اطاعت ہوجائے.

اَفَنَجعَلُ المسلمین کالمجرمین کیفَ تحکمُون

کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرمین جیسا بنادیں گے؛ یہ تم کیسا حکم لگاتے ہو!

4. تاریخ و واقعیت خارجی

نیز ان روایات کے علاوہ اہلِ سُنّت کی متعدد معتبر کُتب میں بہت سے ایسے واقعات مرقوم ہیں جو صحابہ کے مطلق عادل ہونے کے نظریہ کی تردید کررہے ہیں مثلاً:

× بعض صحابیت کا دعوی کرنے والے افراد کتاب خدا و سُنّتِ نوری کے پابند نہ تھے اور دین میں بدعتیں قائم کررہے تھے لہٰذا کیا دین و شریعت میں بدعت گذاری کرنے والوں کا قول و فعل حجت ہوسکتا ہے؟ نمونہ کے لئے کتاب صحیح بخاری کے باب رضاعۃ الکبیر کا مطالعہ کیاجاسکتاہے.

× نیز شراب نوشی کرنے والے بعض اصحاب کا حال کتاب " المبسوط [211] " میں ملاحظہ کیا جاسکتاہے.

قرآن کریم نے شارب الخمر کی شدت سے مذمت کی ہے کیا ایسی صورت میں ایسے افراد کا قول حُجت قراردیاجاسکتاہے؟

× جنگِ جمل کے موقع پر بعض صحابہ نے پچاس افراد کو اس بات کی جھوٹی گواہی دینے کے لئے تیارکیا تھا کہ یہ مقام "ماء حوأب" نہیں ہے، اور اسلام میں جھوٹی گواہی دلوانے کا سلسلہ ان اصحاب کے ذریعے شروع ہوا، اوریہ باب تاریخ میں مشہورو معروف ہے ۔[212]

× زنا و قتل نفس کرنے والے صحابی پر حد جاری کرنے سے گریز کیا گیا ۔[213]

× بعض صحابہ کبار نے حضورؐ سرورکائنات کے اس فرمان سے سرپیچی کی جس میں آپ نے انہیں لشکرِ اُسامہ میں شامل ہونے کا حکم صادر فرمایا تھا اور یہ اعتراض کرنے لگے تھے کہ حضورؐ نے ایک جوان کو ہمارے اوپرکیوں مُسلّط کیا ہے ۔[214]

× پیغمبر اکرمﷺ نے فرمایا تھا: جس نے فاطمہ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اورجس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی ۔[215]

حضورﷺ کے اس واضح و روشن فرمان کے باوجود حضرت زہرا مرضیہ سلام اللہ علیہا کو مسلسل ایذائیں دی گئیں یہاں تک کہ انکے درِخانہ کو آگ لگادی گئی ۔[216]

نیز کُتب تاریخ وغیرہ میں مرقوم ہے کہ بعض صحابہ، دُشمنِ علیؑ تھے اور انہوں نے حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ و حسینؑ سے جنگ کی ہے اور جو شخص اہلِ بیتؑ کا دُشمن ہے وہ خدا و رسولؐ اللہ کا دُشمن ہے، لہٰذا کیا ان تمام آیات و روایات اور کتبِ تاریخ میں نقل ہونے والے واقعات کی روشنی میں کہاجاسکتا ہے کہ خداوندعالم اپنے اور حضورؐ سرورِ کائنات کے دُشمنوں کے قول وفعل کو حجت قرار دیدے اور انہیں عادل و اہلِ بہشت قراردیدے؟!

5. رُوحِ اسلام

اہلِ سُنّت کا یہ نظریہ کہ تمام صحابہ مطلق العنان عادل ہیں اوران کا ہرقول و فعل حجت ہے، روحِ اسلام کے بالکل مخالف ہے کیوں کہ اسلام رستگاری و قربِ خداوندی کا معیار و میزان، ایمان و عمل صالح اورتقویٰ و پرہیزگاری کو قرار دیتاہے۔مثلاً:

× (اِنَّا جَعَلْنَا هَا مَا عَلیٰ الاَرضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحسَنُ عَمَلاً) [219]

بیشک ہم نے روئے زمین کی ہر چیز کو زمین کی زینت قراردیا ہے تاکہ ان لوگوں کا امتحان لیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے.

× (الّذِی خَلَقَ الموتَ وَالحَيَاة لِيَبْلُوَکُمْ اَيُّکُمْ اَحسَنُ عَمَلاً) [220]

اس نے موت و حیات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں حُسنِ عمل کے اعتبار سے سب سے بہترکون ہے.

آیتِ کریمہ صاف صاف اعلان کررہی ہے کہ نگاہ پروردگار میں کثرت عمل کوئی معیار نہیں ہے بلکہ حُسنِ عمل معیار ہے. انسان کثرتِ عمل بہت آسانی سے پیداکرسکتاہے لیکن حسنِ عمل بہت مشکل کام ہے، اس لئے کہ کثرتِ عمل کا تعلق تکرارِ عمل سے ہے اور حُسنِ عمل کا تعلق اخلاصِ عمل سے ہے اور اخلاصِ عمل پیدا کرلینا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے وہ پیدا ہوجائے تو ایک ضربت بھی ثقلین کی عبادت سے بھاری ہوسکتی ہے مگر یہ شرف ہر ایک کو نصیب کہاں.

این سعادت بزوربازونیست

× (وَ العَصْرِ اِنَّ الاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ اِلَّا الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) (221)

قسم ہے عصر کی؛ بیشک انسان خسارے میں ہے علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے.

× (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَ اللهِ اَتْقٰکُمْ) (222)

بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے. اسلام میں فضیلت و شرافت کا معیار قوم و قبیلہ نہیں ہے بلکہ تقویٰ و کردار ہے. جہاں پسرِ نوح غرق کردیاجاتاہے اورسلمان کو اہلِ بیت میں شامل کرلیا جاتا ہے، نسبی شرافت پر اکڑنے والے بدکردار افراد آیتِ کریمہ کی تعلیم سے سبق لیں اور اِسلام کے مزاجِ فضیلت کوپہچانیں.

بہرکیف، اِس نظریے کی رد میں مزید بیشمار آیات، روایات اورتاریخی واقعات بھی پیش کئے جاسکتے ہیں مگر اختصار کے پیشِ نظر اسی مقدار پر اکتفاء کرتے ہیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

---

153 ۔ المستدرک: ج3، ص126، 127، 128؛ البدایۃ و النھایۃ: ج3، ص358؛ تھذیب التھذیب: ج7، ص337؛ تذکرۃ الحفاظ: ج4، ص128 و اسد الغابۃ: ج4، ص22

154 ۔ المستدرک، ج3، ص149

155 ۔ قاموس المحیط: مادہ صحب۔

156 ۔ المفردات من غریب القرآن: مادہ صحب۔

157۔ مصباح المنیر: مادہ صحب۔

158۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی: ص۱۷۱۔۱۷۲۔

159 ۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۱، ص۴، ابن حجر عسقلانی؛ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی: ص۱۷۰۔

160 ۔ مقباس الھدایۃ: علی اکبر غفاری / شیخ عبد اللہ مامقانی۔

161 ۔ سورہ فیل(۱۰۵) آیت۱۔

162 ۔ سورہ تکویر(۸۱) آیت۲۲۔

163 ۔ سوہ نجم(۵۳) آیت۲۔

164 ۔ سورہ کھف(۱۸) آیت۳۷۔

165 ۔ سورہ یس(۳۶) آیت۱۳۔

166 ۔ المستصفیٰ: ص۱۳۵۔۱۳۶، غزالی۔

167 ۔ نظریہ عدالت الصحابۃ: ص۱۶۸؛ بر بنائے نقل "المدخل الی اصول الفقہ و آراء علماء المسلمین:ص۸۷"

168 ۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی: ص۱۷۱۔۱۷۲۔

169 ۔ اجوبۃ مسائل جاراللہ: ص۱۲، سید عبد الحسین شرف الدین۔

170 ۔ مجلّہ علوم حدیث: ش۱، ص۱۵۵۔

171 ۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۱، ص۱۷۔۱۸، ابن حجر عسقلانی۔

172 ۔ الاصابۃ: ج۱، ص۱۹۔

173 ۔ الاستیعاب: ج۱، ص۸۔

174 ۔ اسد الغابۃ: ج۱، ص۳۔

175 ۔ احیاء العلوم الدین۔

176 ۔ شرح مقاصد: ج۱، ص۳۱۰۔

177 ۔ الاصابۃ: ج۱، ص۱۹؛ النصائح الکافیہ: ص۱۶۱۔

178 ۔ النصائح الکافی: ص۱۶۳۔

179 ۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول۔

180 ۔ شیخ المضیرہ ابو ہریرہ: ص۱۰۱۔

181 ۔ الاضواء علی السنۃ المحمدیۃ؛ ابوریہؒ۔

182 ۔ النصائح الکافیہ۔

183 ۔ شیخ المضیرہ ابوہریرہ؛ ابوریہؒ۔

184۔ ایضاً۔

185 ۔ الصواعق المحرقہ: باب فضائل صحابہ۔

186 ۔ آل عمران(۳) آیت۱۱۰۔

187۔ سورہ بقرہ (۲) آیت ۱۴۳۔

188 ۔ سورہ فتح (۴۸) آیت۱۸۔

189 ۔ سورہ بقرہ (۲) آیت۸۔

190 ۔ سورہ توبہ (۹) آیت۹۶۔

191 ۔ سورہ فتح (۴۸) آیت۱۰۔

192 ۔ سورہ فتح (۴۸) آیت۲۹۔

193 ۔ ترمذی: ج۵، باب۵۷۔

194 ۔ تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیں: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۱،ص۷۔۸۔

195 ۔ تہذیب التہذیب: ج۱۰، باب میم مع الواو، ص۲۹۷۔

196 ۔ تہذیب التہذیب: ج۵، باب ''من اسمہ طلحۃ '' چاپ بیروت، ص۱۵۔

197۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی: ص۱۷۲۔

198 ۔ مدینہ سے تبوک کا فاصلہ ۶۱۰ کلو میٹر بیان کیا جاتا ہے۔

199 ۔ سنن ترمذی: کتاب المناقب عن رسول اللہ، حدیث۳۶۶۹؛ صحیح مسلم: کتاب الایمان، حدیث۱۱۳؛ سنن نسائی: کتاب الایمان و شرائعہ، ح۴۹۳۳؛ سن ابن ماجہ: کتاب المذمۃ، ح۱۱۱؛ مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرین الجنۃ، ح۷۰۶۔ ۶۹۳۔ ۱۰۱۰۔

200 ۔ سورہ منافقون (۶۳) آیت۱۔

201۔ صحیح بخاری: کتاب الایمان، ح۵۶۳۰،۲۵۴۴،۲۴۷۵،۳۲۔

202۔ ترجمہ و تفسیر علامہ ذیشان حیدر جوادی ذیل آیت ۱۰۱، سورہ توبہ (۹)۔

203 ۔ صحیح بخاری: کتاب التفسیر سورہ جمعہ باب قولہ اذا راوا تجارۃً۔

204 ۔ مجمع البیان: ج۹،ص۲۸۷۔

205 ۔ صحیح بخاری: ج۳، کتاب التفسیر سورہ آل عمران باب ۱۰ (و الرسول یدعوکم فی اخراکم)۔

206 ۔ کنز العمال: ج۱، ش۸۵۶۔۸۵۷۔

207 ۔ کنز العمال: ج۳، ش ۸۸۴۷۔

208 ۔ کنز العمال: ج۱۱، ش ۳۱۲۱۱۔ ۳۱۲۹۱۔

209 ۔ کنز العمال: ج۱۱، ش ۳۰۹۰۱۔ ۳۰۹۲۸۔

210۔ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، ح۴۱۹۵، کتاب جہات و السیر، ح۲۸۱۲، کتاب مغازی، ح۳۷۰۶،۳۷۴۷،۳۶۸۷؛ سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد، ح۲۲۸۸؛ مسند احمد، کتاب اول مسند الکوفیین، ح۱۷۸۵۳۔۱۷۸۵۹۔

211 ۔ صحیح مسلم: کتاب الجمعہ، ح۸۸۴۔ ۱۴۱۸۔۱۴۳۰؛ سنن ترمذی:تفسیر القرآن عن رسول اللہ، ح۳۲۳۳؛ مسند احمد: کتاب باقی مسند المکثرین، ح۱۳۸۳۶۔۱۴۴۵۰۔

212 ۔ صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، ح۷۰۶؛ کتاب فضائل، ح۴۲۵۹؛ سنن نسائی:کتاب الافتتاح، ح۸۹۴۔

213 ۔ المسوط: ج۲۴، ص۷۔

214 ۔ نظریہ عدالت الصحابۃ: ص۲۴۔۴۸۔

215 ۔ تاریخ ابو الفداء: ص۱۵۸؛ تاریخ یعقوبی: ج۲، ص۱۳۲۔

216 ۔ طبقات ابن سعد: ج۲، ص۱۹۰؛ کنز العمال: ج۱۰، ص۵۷۲۔

217۔ نزہۃ المجالس: باب تزویج آدم و حوا، ج۲، ص۱۹۰؛ صحیح بخاری: ج۵، ص۲۶۔۳۶، دورہ ۹جِلدی۔

218 ۔ العقد الفرید: ج۳، ص۶۴؛ تاریخ ابوالفداء: ج۱، ص۱۵۶۔

219 ۔ سورہ کہف (۱۸) آیت ۷۔

220۔ سورہ ملک (۶۷) آیت۲۔

221 ۔ سورہ عصر(۱۰۳) آیت ا۔۳۔

222 ۔ سورہ حجرات (۴۹) آیت ۱۳۔

منابع

(طبقات سبکی)طبقات الشافعیه الکبری: عبد الوهاب علی سبکی، تحقیق: محمد الحلو، دار احیاء الکتاب العربی بیروت.

احیاء علوم الدین: غزالی، دار الکتب العلمیه، بیروت 1406ھ ق

آراء الرحمن فی تفسیر القرآن: محمد جواد بلاغی نجفی، مکتبة الوجدانی،قم ، طبع سوم

اسد الغابة: ابن اثیر، دار احیاء التراث العربی، عربی

الاصابة فی تمییز الصحابة : ابن حجر عسقلانی، دارالکتب العلمیة، بیروت، عربی.

اصو ل کافی: ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، تصحیح: علی اکبر غفاری، دار الکتب الاسلامیه، طبع سوم 1388ھ ق

اضواء علی السنة المحمدیة: محمود ابوریه، الطبعة الخامسة، نشرالبطحاء ، عربی

اھل البیت فی آیة التطهیر: جعفرمرتضی العاملی، دارالامیرللثقافة و العلوم، بیروت، 1413 ھ ق، عربی

آیة التطهیر : محمد مهدی الہ‌آصفی، دار القرآن الکریم، قم، 1411 ھ ق، عربی

بحار الانوار: علامه مجلسی، تهران، 110 جلد ، عربی

البدایة و الهایة: ابن اثیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1408ھ 1988 م عربی

بصائرالدرجات فی فضائل آلِ محمدؐ: محمد بن الحسین الصفار، قمی، تصحیح محسن کوچہ باغی، قم، 1404ق

تدریب الراوی: جلال الدین سیوطی، طبع سوم، المکتبۃالعلمیة، المدینہ، 1392ھ ق، 1972م، عربی

تذکرة الحفاظ: ذهبی، دار احیاء التراث العربی، عربی

تذکرة الخواص: سبط ابن جوزی، مؤسسہ اہل البیت، بیروت، 1401 ھ ق

ترتیب الامالی: محمد جوادی محمودی، موسسة المعارف الاسلامیة، قم 1420 ھ ق

تفسیر کبیر: فخر رازی، طبع سوم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، عربی

تفسیر مراغی: احمد مصطفی مراغی، دار احیاء التراث العربی، بیروت عربی

تفسیرنور الثقلین: حویزی،ناشر: المطبعة العلمیة ، قم

تهذیب التهذیب: ابن حجر عسقلانی، حیدر آباد، 1325ھ، عربی

تہذیب الکمال فی اسماءِ الرجال: جمال الدین ابو الحجاج یوسف المِزی، تحقیق: ڈاکٹر بشار عواد معروف، 1413ھ ق

جامع البیان عن تاویل آی القرآن: ابو جعفر محمد بن جریر طبری، بیروت، 1408ھ ق

جواهر العقدین: علی بن عبد اللہ سمهودی، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415 ق

حلیۃ الاولیاء: ابو نعیم اصفہانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1409 ھ. 1989 م، عربی

خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب: نسائی، تحقیق: محمد کاظم محمودی، قم 1419

الدر المنثور: جلال الدین سیوطی ، دار الفکر ، بیروت،1403ھ ق عربی

سنن الترمذی: ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورہ، المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ 1384 ھ ق (). 1964م عربی

السنن الکبری: ابو بکر بیہقی، بیروت

السیرۃ النبویۃ: شرح الوزیر المغربی، ابو محمد عبد الملک ابن هشام، تحقیق ڈاکٹر سہیل زکار، بیروت 1412 ھ ق

شرح مقاصد: سعد الدین تفتازانی، منشورات الرضی، قم 1409 ھ ق

شواہد التنزیل لقواعد التفضیل: عبید اللہ حسکانی، تحقیق: محمدباقر محمودی، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ، قم، 1411ھ ق

صحیح بخاری: انتشارات دار الکتب العلمیہ، بیروت

صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، داراحیاء التراث العربی، بیروت

صحیح شرح العقیدہ الطحاویۃ: حسن بن سقاف، دار الامام النووی، اردن، 1416 ق

صحیح مسلم: مسلم بن حجاج نیشا پوری، طبع مصر، انتشارات عبد الباقی و بیروت انتشارات دار الاحیاء التراث العربی

الصواعق المحرقۃ: ابن حجر مکی، تخریج:عبد الوهاب عبداللطیف، قاهرہ

طبقات الکبری: محمدابن سعد، دار الکتب، بیروت 1405 ھ ق

الغیبۃ: شیخ طوسی، طبع اول، انتشارات مؤسسۃ المعارف الاسلامیہ، قم 1411 ھ ق

الغیبۃ: محمد بن ابراہیم نعمانی، انتشارات مؤسسۃ الاعلمی، بیروت، 1403ھ ق

فرائد السمطین: ابراہیم جوینی، تحقیق: محمدباقر محمودی، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ، قم، 1415ھ ق

فیض القدیر: علامہ مناوی، تصحیح احمدالسلام، دار الکتب العلمیہ، بیروت

قاموس المحیط: فیروزآبادی، دار المعرفۃ،بیروت، بے تا

کتاب الولایۃ: ابن عقدہ انتشارات دلیل، قم 1421 ھ

الکشف و البیان: احمد بن محمد بن ابراھیم ثعلبی، دارستہ و تحقیق: ابو محمد بن عاشور، بیروت، 1422ھق

کمال الدین وتمام النعمۃ: شیخ صدوق مؤسسہ الاعلی للمطبوعات، بیروت، 1412 ھ ق1991م، عربی

کنز العمال: علاؤ الدین ھندی، مؤسسہ الرسالۃ ،بیروت 1409ھ، 1989 م عربی

لسان العرب: ابن منظور، طبع دوئم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1412 ق. 1993م، عربی

المؤطا: انس ابن مالک، تصحیح وتعلیق، محمد فوائد عبد الباقی، بیروت

مجمع الزوائد: نور الدین الھیثمی، طبع سوئم، دار الکتب العربی، بیروت، 1402، ھ ق، عربی

محاسن التاویل: (تفسیر قاسمی) محمدجمال الدین قاسمی، دار الفکر ،بیروت، 1398 ھ ق

المختصر فی شرح العقائدالنسفیہ: مسعود بن عمر تفتازانی، 1420 ھ ق

مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول: علامہ مجلسی، طبع سوم، تہران، 1363 ھ ش

مرجعیت دینی اہل بیت و پاسخ بہ شبھات: علی اصغر رضوانی، انتشارات مسجد مقدس جمکران، 1385 ش،قم

مرجعیت دینی اہل بیت و پاسخ بہ شبھات: علی اصغررضوانی ، انتشارات مسجدمقدس جمکران، 1385 شمس ().قم

المستدرک علی الصحیحین: حاکم نیشا پوری، تحقیق یوسف عبد الرحمن مرعشلی، دار المعرفۃ بیروت

المستصفی من علم الاصول: غزالی(محمد بن محمد)، دار الفکر، بیروت، بے تا.

مسند احمد: امام احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی، بیروت 1389 ق1962م (). عربی

المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد طبرانی، تحقیق، حمدی عبد المجید السلفی، طبع دوئم 1406 ھ ق

المعجم الوسیط: ابراہیم انیس، دفترنشرفرھنگ اسلامی، تہران 1412ھ

مفاتیح الاسرار و مصابیح الانوار: ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہر ستانی، تحقیق: ڈاکٹر محمد علی آذرشب، 1376ھ ش

مفردات الفاظ القرآن: راغب اصفہانی، تحقیق عدنان داؤدی، الدار الشامیۃ، بیروت 1416 ق

مکاتب تفسیری: علی اکبر بابائی، ج1، پژوھش کدہ، حوزہ و دانشگاہ، قم، 1381 ھ ش

مناقب آل ابی طالب: ابن شہر آشوب، دار الاضواء، بیروت، طبع دوم، 1412 ھ ق

مناقب الامام امیر المومنین علی بن ابی طالب: محمد بن سلیمان الکوفی القاضی، تحقیق: محمد باقر محمودی قم 1412 ھ ق

مناقب امام امیر المؤمنین علی بن ابی طالب: ابن المغازلی، دار الاضواء، بیروت 1403

مناقب علی بن ابی طالب و ما نز ل من القرآن فی علی: ابن مردویہ احمد بن موسی، دارالحدیث، قم 1422 ھ ق

منھاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃالقدریۃ: ابن تیمیہ، نشر مکتبۃ الریاض الحدیثۃ

موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی: محمد زغلول، دار الفکر، بیروت، 1410 ھ ق، 1982م، عربی

المیزان فی تفسیر القرآن: علامہ طبا طبائی، منشورات جماعۃ المدرسین فی الحوزۃ العلمیہ

المیسر فی اصول الفقۃ الاسلامی: ابراہیم محمد سلقینی، دارالفکر المعاصر، بیروت، 1411ھ ق (). 1991م ، عربی

نہج البلاغہ: سید شریف رضی، ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی، انصاریا ن پبلی کیشنز قم، ایران،2007ء بمطابق 1428 ھ

ینا بیع المودۃ: شیخ سلیمان قندوزی، دارالکتب العراقیہ، 1385 ھ ق

فہرست

عرضِ ناشر..5

مقدمہ مؤلف..6

انتساب..8

پہلی فصل..9

سنّت پر طائرانہ نظر..9

سنّت کی لغوی تعریف :..9

سنّت، اہلِ سنّت کی نگاہ میں:..9

سنّت، امامیہ اثناعشری کی نگاہ میں:..9

ضرورتِ حدیث:..9

دلائل حجیت سنّت پیغمبرِ اسلام :..10

حدیث کی عدم حاجت پر اوّلین نغمہ سرائی:..11

حدیث سے مقابلے کی وجہ:..12

معاندین کی جانب سے حدیث کی مخالفت کی احتمالی وجوہات:..12

حدیث کی اہمیت اورقدرومنزلت:..13

سنّت نبوی تک رسائی:..14

دوسری فصل..17

تفسیر آیات میں سنّت اہل بیتؑ کی قدر و منزلت..17

آغاز کلام:..17

مفہوم شناسی اہل بیت:..17

چند نکات:..18

دلائل حجیت سنت اہل بیتؑ.......... 18
(الف) دلائل قرآنی.......... 18
نکتہ:.......... 20
لفظِ"ذِکر" کے معنی و مصادیق.......... 21
قرآن میں "ذکر" کے مصادیق.......... 21
1. پیغمبر اکرمﷺ.......... 22
2. قرآن کریم.......... 22
3. آسمانی کتب.......... 22
مصادیق اہل ذکر.......... 22
نکتہ.......... 23
تبصرہ.......... 23
احتمالِ اول.......... 23
احتمالِ دوم.......... 24
بارہ تفاسیر سے مندرجہ ذیل تفاسیر مراد ہیں:.......... 26
خلاصۂ کلام.......... 26
۵۔ آیت تطہیر:.......... 27
تبصرہ:.......... 27
حدیث کساء کے صحیح السند ہونے کی تصریح کرنے والے بزرگ علماء اہل سنت:.......... 28
حدیث کساء:.......... 29
نتیجہ:.......... 31
شبہہ اور اس کا جواب.......... 31

(ب)دلیل روائی...32
ا۔ حدیث ثقلین...32
تکرار حدیث: 34
حدیث ثقلین کا صحیح ہونا:...35
1. حدیث ثقلین کا ''صحاح'' میں موجود ہونا. 35
2. صحاح ستہ کے بارے میں لکھی جانے والی کتب...35
3. فقط صحیح السند نقل حدیث کا دعوی کرنے والے علماء. 36
حدیث ثقلین کی روایت کرنے والے صحابہ کرام 37
(حدیث ثقلین) وصیت پیغمبرؐ اسلام...39
فہم نکات حدیث...40
1. ثقلین (دو گرانقدر اور سنگین چیزیں)...40
2. قرآن و عترت کی جامعیت 41
3. معیت قرآن و اہل بیتؑ...41
4. دونوں سے تمسک ضروری ہے 41
5.بقائے عترت تا روزِ قیامت...42
6. اعلمیت اہل بیتؑ...42
7. عصمت اھل بیتؑ 42
(الف) معیت قرآن و عترت: 43
خلاصہ کلام:...44
مصداق اہل بیتؑ اور چند شبہات کے جوابات 44
(1) حضرت علیؑ مصداق اہلبیتؑ 45

(۲) مصداقِ اہلِ بیتؑ صرف مخصوص افراد ہیں...45
3. علمائے امت مصداق عترت و اہل بیت...47
قرآن و اہل بیتؑ یا قرآن و سنت؟ 47
2. روایات قابل جمع ہیں: 48
نتیجہ...49
۲. حدیث سفینہ...49
تیسری فصل...58
تفسیر قرآن میں قول صحابہ کی قدر و منزلت 58
آغاز کلام 58
صحابی کی لُغوی تعریف: 58
صحابی کی اصطلاحی تعریف: 58
صحابی، اہلِ سنّت علمائے اصول کی نگاہ میں: 58
صحابی، اہلِ سنّت علمائے اہلِ حدیث کی نگاہ میں: 58
صحابی اور شیعہ نقطہ نظر...59
نتیجہ:...60
قول صحابہ کی قدر و منزلت 60
عدالتِ صحابہ کے بارے میں اقوال...61
دلائل موافقین...62
1.قرآن:...62
جواب :...62
اہلِ سنّت کا استدلال 64

جواب استدلال..64
استدلال اہلِ سنّت..64
تبصرہ...64
استدلال اہلِ سنّت..66
جواب:..66
خلاصہ ونتیجۂ کلام..67
2. سنّت:...68
تبصرہ:..68
3. عقل:...69
تبصرہ:..69
دلائلِ مخالفین...69
1. عقل:...69
2. قرآن:..70
1. سورہ بقرۂ آیات 8 تا 20...70
2. سورۂ توبہ(9) آیت25...70
3. سورۂ توبہ(9) آیات39-38..71
شانِ نزول:...72
۴.سورۂ توبہ(9)47،46...72
چند کلمات کے معانی:...72
5. سورۂ توبہ (9)49..73
6. سورۂ توبہ(9)54..74

7. سورہ توبہ 56..74
8. سورہ توبہ (9)76. 74
9. سورہ توبہ (9)آیت 101. 74
توضیح: 75
10. سورہ جمعہ (62) آیت ۱۱...76
11. سورہ آلِ عمران(3)153. 76
3. رِوایات 77
4. تاریخ و واقعیت خارجی..79
5. روحِ اسلام 80
منابع...86